خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ
خواتین ڈائجسٹ
اپریل 2014
سالگرہ نمبر

"مجھے صاف صاف بتاؤ ہارون! آخر تمہیں اعتراض کس بات پر ہے' شادی پر' جلدی شادی پر یا میری پسند کی لڑکی سے شادی پر۔" مامون الرشید نے غصہ ضبط کرتے ہوئے بظاہر بہت تحمل سے بیٹے کو مخاطب کیا تھا۔

"شادی پر مجھے قطعاً" کوئی اعتراض نہیں اور نیک کام میں دیر کیسی۔ یعنی آپ کے پہلے دو اندازے درست نہیں۔ تیسری اور آخری بات ہی درست

اپنے لیے لڑکی پسند کرنے کی زحمت دینے کے بجائے بالا ہی بالا خود لڑکی منتخب کرلی تھی تو مجھے بھی پسند کی لڑکی سے شادی کا حق ہے۔" اس نے بنا جھجکے باپ کو مخاطب کیا۔

"تمہاری تمیز' تہذیب کہاں کھو گئی برخوردار! یہ تم کس انداز میں مجھ سے بات کررہے ہو؟ میں تمہارا باپ ہوں یا تم میرے باپ ہو؟" مامون الرشید نے غضب ناک انداز میں بیٹے کو مخاطب کیا۔

راشدہ رفعت

digest novels lovers group ❤❤

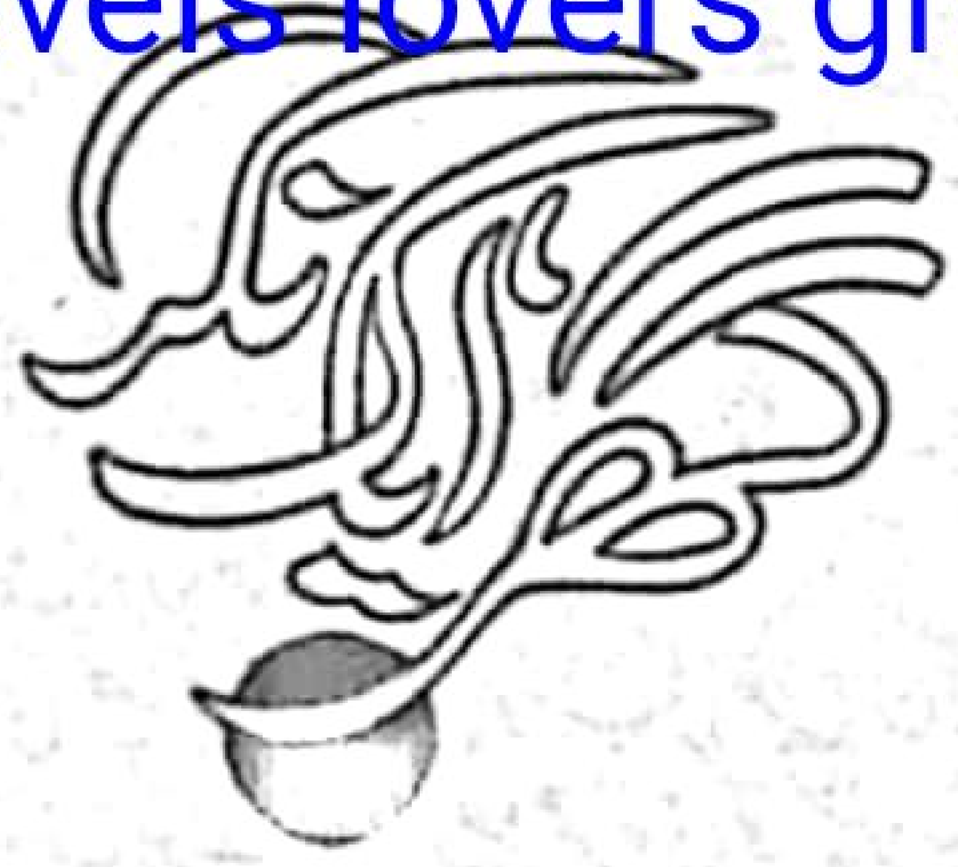

ہے۔" ہارون نے بہت اطمینان سے باپ کو جواب دیا تھا۔ مامون الرشید کی تحمل مزاجی پل بھر میں رخصت ہوئی تھی۔

" آخر تمہیں مجھ پر اعتبار کیوں نہیں؟ میں تمہارے لیے غلط لڑکی کا انتخاب کیوں کرنے لگا۔" انہوں نے گرج کر پوچھا تھا۔

"بات غلط یا صحیح کی نہیں ہے ابا جان۔ زندگی میری ہے' تو انتخاب کا حق بھی میرے پاس ہونا چاہیے۔" اس نے رسانیت سے جواب دیا تھا۔

"بہت خوب' تو تم اپنا انتخاب کا حق استعمال کرنا چاہتے ہو۔" مامون الرشید نے طنزیہ انداز میں ہنکارا بھرا تھا۔

"بالکل کروں گا' آخر جب آپ نے اپنے والد کو

"تاریخی اعتبار سے دیکھیں اور ناموں کی ترتیب پر غور کریں تو شاید موخر الذکر بات درست لگتی ہے۔" چڑے کی زبان پھسلے بنا نہ رہ پائی۔

"ہارون الرشید۔" وہ دھاڑے۔

"جی ابا جان۔" وہ ذرا سا سہما۔

"تمہیں میں نے کب اتنی بکواس کی اجازت دی؟"

"بکواس ہمیشہ بغیر اجازت کے ہی کی جاتی ہے ابا جان! اور دوسری بات یہ کہ یہ محض بکواس نہیں' تاریخی حقائق ہیں جو حق آپ نے انتیس برس پہلے خود استعمال کرلیا تھا وہ حق آپ مجھے تفویض کرنے پر تیار نہیں' آخر کیوں؟" ہارون نے تہیہ کرلیا تھا کہ آج باپ سے دوٹوک بات کرکے تین دن سے جاری اس بحث کا اختتام کردے گا۔

لائبریری اینڈ فریمنگ پوائنٹ
اور جلد سازی کی سہولت موجود ہے

"تم سے کس نے کہا کہ تمہاری ماں سے میری پسند کی شادی تھی۔ میری خالہ کی بیٹی تھی وہ۔ بڑوں کی خواہش پر میں نے فرماں برداری سے سر جھکا دیا تھا۔"
مامون الرشید کے کہنے پر اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھا۔ کتنی آسانی سے انہوں نے تاریخی حقائق جھٹلائے تھے۔

"گستاخی معاف ابا جان! اماں بے شک آپ کی خالہ زاد تھیں، پڑوس میں رہتی تھیں، لیکن دادا جان اور نانا جان کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی، یہ آپ کے ساتھ میں بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ دونوں ہم زلف آمنا سامنا تک پسند نہ کرتے تھے۔" اس نے اماں کی دی ہوئی معلومات کا بروقت فائدہ اٹھایا تھا۔

"ہاں، لیکن میں نے تمہاری دادی اور نانی کی خواہش پر سر جھکایا تھا۔ اپنے بچوں کو اٹوٹ رشتے میں باندھنا ان کی دلی خواہش تھی۔" مامون الرشید نے بے نیازی سے جواب دیا تھا۔

"بجا فرمایا آپ نے، لیکن کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ نانا جان کی عدم موجودگی میں آپ گرما گرم سموسے اور کچوریاں لے کر نانی جان کے ہاں کیوں جاتے تھے؟ حالانکہ نانی جان کو تو بازاری پکوان سخت ناپسند تھے۔" اس نے چہک کر پوچھا تھا۔

"گرما گرم سموسوں اور کچوریوں کا یہاں کیا ذکر۔" مامون الرشید ذرا سا گڑبڑائے تھے۔

"اور اماں کی ایف اے کی انگلش کلیئر کروانے کے لیے آپ نے کیوں اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

حالانکہ آپ جانتے تھے کہ اماں کی انگریزی اتنی کمزور ہے کہ وہ قیامت تک بھی انگلش کا پیپر دیتی رہیں گی تب بھی پاس نہ ہو پائیں گی۔ آپ کو اس بات کی بھی پروا نہ تھی کہ چھ مہینے تک لگاتار دو گھنٹے روزانہ آپ اماں کو انگلش کی ٹیوشن دیتے تھے اور رزلٹ کے بعد نانا جان آپ سے پوچھیں گے نہیں کہ برخوردار آخر تم روزانہ دو گھنٹوں میں پڑھاتے کیا تھے۔" اس نے "پڑھانے" پر زور دیتے ہوئے معنی خیز انداز میں ابا کو مخاطب کیا۔ مامون الرشید اس بار صرف اسے گھور ہی پائے۔

"اور جن دنوں آپ کے اپنے ایم اے کے فائنل پیپرز ہونے والے تھے تب آپ اماں کو پیپر دلوانے کے لیے اپنے پیچھے اسکوٹر پر بٹھا کر پانچ میل دور امتحانی سینٹر پر چھوڑنے جاتے تھے اور نہ صرف چھوڑنے جاتے تھے، گھنٹے بعد واپس بھی لینے جاتے تھے۔"

"ایک گھنٹے بعد نہیں، ڈھائی تین گھنٹے بعد۔" مامون الرشید بیٹے کی بات سن کر ماضی کی حسین یادوں میں کھو سے گئے تھے۔ درمیان میں بیٹے کی تصحیح کرنا ضروری سمجھا تھا۔ ہارون نے انہیں ایسے مسکرا کر دیکھا، گویا کہہ رہا ہو کہ دیکھا پکڑا گیا نا چور۔ مامون الرشید سٹپٹاتے ہوئے ماضی کی یادوں سے باہر نکلے تھے۔

"تم موضوع سے ہٹ رہے ہو۔ میں فالتو باتیں سننا پسند نہیں کرتا۔" انہوں نے اسے خشک انداز میں مخاطب کیا۔ دل ہی دل میں مرحومہ بیوی پر غصہ بھی آیا جو جانے کب بیٹے کو اپنی لو اسٹوری حرف حرف سنا چکی تھی۔

"میں تمیز الدین کو زبان دے چکا ہوں۔" وہ پھر موضوع کی طرف پلٹے تھے۔

"کیوں، ان کی اپنی زبان کہیں کھو گئی ہے کیا۔" ہارون نے چڑ کر پوچھا تھا۔

"ہارون الرشید۔" مامون صاحب دھاڑے۔ وہ خفا سا ہو کر چپ ہو گیا۔

"تمہیں سوچنے کے لیے تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔" اس بار وہ قدرے نرم پڑے تھے۔

"اور اگر تین دن بعد بھی میرا جواب انکار میں ہوا تو؟" اس نے باپ کو دیکھا۔

"تو میں تمہیں عاق کر دوں گا۔" انہوں نے سرد مہری سے باور کروایا۔

"پھر مہلت کا میں نے اچار ڈالنا ہے، رکھیں اپنے پاس ہی۔" وہ روہانسا ہو گیا تھا۔ مامون الرشید چند لمحوں تک خاموشی سے بیٹے کو تکتے رہے۔ پھر انہوں نے گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے خود کو "کول ڈاؤن" کرنے کی کوشش کی۔

"دیکھو بیٹا ہم تین دن سے ایک لاحاصل بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ جانے کیوں تم مجھ پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ تمہارے لیے اچھا ہی سوچوں گا نا اور میرے کون سے دو تین بیٹے ہیں۔ اکلوتی اولاد ہو تم میری۔ تمہیں کسی اچھی سی لڑکی کا ساتھ مل جائے تو تمہارے ساتھ ساتھ میری زندگی بھی پرسکون انداز میں گزرے گی۔ تمہاری ماں زندہ ہوتی تو اور بات تھی۔ کرتے پھرتے تم اپنی پسند کی شادی۔ ہم بڈھے بڑھیا ایک دوسرے کا سہارا ہوتے' لیکن اب میں تمہارے مستقبل کے بارے میں تم سے زیادہ فکرمند ہوں۔ کسی ایسی ویسی لڑکی کو پسند کر لیا تو تمہاری جوانی کے ساتھ میرا بڑھاپا بھی خراب ہو جائے گا۔ میاں، مجھے اپنے لیے خدمت گزار اور سعادت مند بہو چاہیے اور تمیزالدین کی بیٹی میں یہ دونوں خوبیاں ہیں۔ بہت پیاری بچی ہے نورالعین۔ صورت اور سیرت دونوں میں یکتا۔ میں تو خدا کا شکر ادا کرتے نہیں تھکتا کہ اس نے مجھے بہو ڈھونڈنے کی زحمت سے بچا لیا۔ تمہاری ماں تو ہے نہیں۔ میں کہاں تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈتا پھرتا۔ تمیزالدین نے تو مانو میری ساری پریشانی ختم کر دی۔"

"انہوں نے آپ کی نہیں اپنی پریشانی ختم کی۔" اس نے چڑ کر مامون صاحب کی بات کاٹی تھی۔ مامون الرشید نے اسے تیکھی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ "کوئی وضع دار شخص اپنی بیٹی کا رشتہ خود پیش کر سکتا ہے کیا اور آپ نے بھی جھٹ سے یہ رشتہ قبول کر لیا۔" وہ خفا ہوتے ہوئے بولا۔ مامون الرشید نے بہت مشکل سے اپنا غصہ ضبط کیا تھا۔

"تمیزالدین نے اپنی بیٹی کے لیے ہرگز تمہارا رشتہ نہ مانگا تھا اس نے مجھ سے صرف یہ کہا تھا کہ میری نظر میں کوئی معقول نوجوان ہے تو میں اسے بتاؤں۔ وہ اپنی بچی کے رشتے کے لیے پریشان تھا۔"

"اور آپ نے فٹ سے میرا نام لے دیا۔ ان کی پریشانی ختم اور میری پریشانی شروع۔"

"تم مجھے اپنے انکار کی کوئی ٹھوس وجہ بتاؤ تو میں کچھ سوچ سکتا ہوں۔" مامون الرشید آج اس بحث کو منطقی نتیجے پر پہنچانے کے خواہش مند تھے' سو رسانیت سے بیٹے کو مخاطب کیا۔ "ان کی فیملی بہت کنزرویٹو ہے' میں کسی ایسے خاندان سے رشتہ نہیں جوڑ سکتا۔" اس نے قطعیت بھرا جواب دیا۔ مامون الرشید اس بار اپنا غصہ ضبط نہ کر پائے تھے۔

"تمیزالدین کا گھرانہ اسلامی اقدار سے بہرہ ور اور دین کی صحیح روح سے آشنا ہے۔ اگر کنزرویٹو سے تمہاری مراد یہ ہے کہ وہ گھرانہ دین دار گھرانہ ہے تو یہ کوئی خامی تو نہیں۔ ارے تم شکر کرو کہ تمیزالدین نے تم میں کوئی قابل ذکر خوبی نہ ہوتے ہوئے بھی تمہیں سند قبولیت بخشی' الٹا اس رشتے میں مین میخ نکال رہے ہو۔" مامون الرشید نے بیٹے کو قہربار نگاہوں سے گھورا تھا۔ وہ اس بار خاموش کھڑا رہا۔ البتہ چہرے کے زاویے بری طرح بگڑے ہوئے تھے۔

"دو تین دن تک سوچ لو صاحبزادے اگر انکار کی کوئی ٹھوس وجہ ذہن میں آتی ہے تو مجھے بتا دینا۔ ورنہ۔۔۔"

"انکار کی وجہ میں آپ کو بتا چکا ہوں ابا جان۔ تین دن بعد بھی میرا جواب یہی ہوگا۔ کیا آپ چاہتے ہیں میری زندگی کا وہی حشر ہو جو شائستہ بھابھی نے مرتضیٰ بھائی کا کیا ہے۔" اس نے جھنجلاہٹ کے عالم میں باپ کی بات کاٹتے ہوئے دریافت کیا۔

"کیا ہوا ہے مرتضیٰ کی زندگی کو؟ اچھی بھلی تو گزر رہی ہے۔ شائستہ سلجھی ہوئی بچی ہے۔ سلجھے ہوئے دین دار گھرانے سے تعلق ہے۔ دو پیارے پیارے بچے ہیں۔ کیا کمی ہے مرتضیٰ کی زندگی میں۔" مامون

الرشید اچنبھے کے عالم میں پوچھ رہے تھے۔ ہارون بس انہیں دیکھ کر ہی رہ گیا وہ جو فیصلہ کر چکے تھے اس سے پیچھے ہٹنا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ چاہے وہ کتنی ہی دلیلیں دے کر انہیں قائل کرنے کی کوشش کرلیتا۔ اب اسے اپنی حکمت عملی تبدیل کرنی پڑے گی۔ فی الوقت تو دماغ بالکل ماؤف ہو رہا تھا۔ اس سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ وہ ان کے ساتھ مزید نہ الجھ سکتا تھا۔ سو منظر سے ہٹ جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔ "میں چلتا ہوں" نروٹھے پن سے انہیں مخاطب کرکے وہ کمرے سے نکلنے لگا۔

"تین دن کی مہلت ذہن میں رکھنا برخوردار۔" انہوں نے پیچھے سے پکارا۔ ہارون نے مڑ کر جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ لاؤنج میں بھولا بیٹھا سبزی بنا رہا تھا۔ ہارون کو آتے دیکھا تو مصنوعی فکرمندی چہرے پر طاری کی۔

"خیر تو ہے ہارون بھائی۔" بڑے صاحب بہت زور زور سے بول رہے تھے۔ آوازیں یہاں لاؤنج تک آرہی تھیں۔ آخر ماجرا کیا ہے؟ اس نے بہت تشویش کے عالم میں دریافت کیا تھا۔

"اگر تمہارا نام بھولا پڑ ہی گیا ہے تو ہر وقت بھولپن کی ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں بھولے۔ جب تمہارے کانوں تک آوازیں پہنچ رہی تھیں تو ماجرے کا بھی تمہیں بخوبی علم ہو گا۔ فالتو سوال کرکے میرا دماغ نہ کھاؤ اور آکر دروازہ بند کرو، میں باہر جا رہا ہوں۔" وہ درشتی سے کہتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھا۔

بائیک روڈ پر لایا تو ارادہ دوستوں کی طرف جانے کا تھا۔ مگر یار دوست منہ کے بگڑے زاویے دیکھ کر برہمی کی وجہ ضرور دریافت کرتے، پھر اس کا خوب مذاق بھی اڑاتے۔ موڈ خوش گوار ہوتا تو چلو دوستوں کے ہنسی مذاق کو بندہ انجوائے کرلیتا، لیکن اس وقت تو وہ غصے اور بے بسی کی انتہاؤں پر تھا۔ اگر چار سال پہلے اماں داغ مفارقت نہ دے چکی ہوتیں تو وہ اپنی بات منوانے کے لیے ان ہی کا سہارا لیتا کہ سخت مزاج ابا حضور صرف ان ہی کے سامنے موم بن جاتے تھے انہیں اماں سے کتنی محبت تھی، یہ بات وہ بخوبی جانتا تھا۔ اکلوتی اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اماں کی گہری سہیلی کے رتبے پر بھی فائز تھا اور کتنی ہی بار اماں شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ اسے اپنی اور مامون الرشید کی لو اسٹوری سنا چکی تھیں۔ وہ بھی نہایت دلچسپی سے محبت کی یہ معصوم داستان سنتا۔ جس کا آغاز گرما گرم سموسوں اور کچوریوں سے ہوا تھا اور اختتام نکاح کے دو بولوں پر۔ حالانکہ ہارون کے نانا اور دادا ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ ہارون کی نانی اور دادی نے اپنے اختیارات استعمال کرکے محبت کی اس معصوم کہانی کو اپنے منطقی انجام تک پہنچا دیا اور حیرت انگیز طور پر جب دونوں ہم زلف سمدھی بنے تو تعلقات میں کافی بہتری آگئی، پہل نانا مرحوم کی طرف سے ہوئی، وہ بیٹی کے باپ تھے سو تلخ نوائی چھوڑ کر شیریں بیانی کا سہارا لیا اور دادا جی مرحوم کی اعلا ظرفی کہ انہوں نے پھر کبھی سمدھی کے خلاف محاذ نہ کھولا۔ یوں مامون الرشید اور عائشہ بیگم کی محبت کا انجام بخیر ہوا، لیکن اپنی جوانی میں محبت کو پالینے والے ابا ادھیڑ عمری میں ایسے سخت دل نکلے کہ ہارون کسی حسین مہ جبین کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھنے کا روادار نہ ہو سکا۔ حالانکہ ابا کی طرح اسے بھی محبت اور محبت کی شادی کا ازحد ارمان تھا۔ یونیورسٹی لائف میں اس کی ڈیشنگ پرسنالٹی پر بہت سی لڑکیاں مرمٹی تھیں، وہ تو اسے مامون الرشید کے ہاتھوں مرمٹنے کا شوق نہ تھا۔ سو لڑکیوں سے دامن بچاتے بچاتے دوستوں کے حلقے میں زاہد خشک کے خطاب سے نوازا گیا، لیکن دل میں تو ارمان دبے تھے نا۔

مامون الرشید کو اس کے ارمانوں سے یقیناً" کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کے نزدیک صرف اپنی زبان کی اہمیت تھی۔ جو وہ تمیزالدین صاحب کو دے چکے تھے۔ تمیزالدین ان کے دیرینہ دوست تھے۔ والد بزرگوار کی دوستی کے لحاظ میں ہارون بھی ہمیشہ ان سے بہت تمیز اور

تہذیب سے پیش آتا۔ ہفتے میں ایک بار تمیز الدین صاحب کا ان کی طرف چکر لگتا تو دو بار مامون الرشید ان کے دولت کدے کو رونق بخشتے۔ ہارون کبھی باپ کو لے کر ان کے ہاں جاتا تو کبھی تمیز الدین صاحب کو گھر ڈراپ کرنے کی ذمہ داری بھی اسی کے سر آتی، لیکن آج تک اس نے ان کے گھر کی دہلیز عبور نہ کی تھی۔ اسے ہمیشہ دروازے سے ہی رخصت کر دیا جاتا، وہ کبھی کبھار مامون الرشید سے شکوہ بھی کرتا۔

"اتنی گرمی میں آپ کے دوست کو چھوڑ کر آرہا ہوں، لیکن مجال ہے جو ایک گلاس پانی پلانے کے لیے دو گھڑی گھر کے اندر بلایا ہو۔ آج میں نے اپنے منہ سے پانی مانگا تو کسی بچے کو آواز دے کر دروازے پر ہی پانی کی بوتل اور گلاس منگوا لیا اور جیسے ہی میں نے پانی پیا فوراً" میرے ہاتھ سے گلاس لیا اور "شکریہ بیٹے تم نے اتنی گرمی میں مجھے چھوڑنے کی زحمت کی۔" کہہ کر کھٹاک سے دروازہ بند کر دیا۔ مجھے آپ کے دوست سے اتنی بے مروتی کی توقع نہ تھی ابا جان۔" وہ افسوس اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں باپ کو مخاطب کرتا۔

"ہاں تو اور کیا کرتا تمیز الدین! بچیوں والا گھر ہے اور پھر گھر میں پردے کی سخت پابندی کی جاتی ہے۔ جوان جہان لڑکے کو گھر کے اندر کیسے گھسائے وہ۔" مامون الرشید پر اس کی ناراضی کا مطلق اثر نہ ہوتا اور خیر وہ بھی بات کر کے بھول بھال جاتا۔ تمیز الدین صاحب یا ان کے خاندان سے اسے کیا لینا دینا تھا۔ صحیح معنوں میں حواسوں پر بم تو تب گرا، جب مامون الرشید نے اسے آگاہ کیا کہ وہ تمیز الدین صاحب کی بیٹی سے اس سے کا رشتہ طے کرنے والے ہیں۔ وہ دن اور آج کا دن گھر میں نہ ختم ہونے والی بحث چھڑ چکی تھی۔ وہ انکار کر کر کے تھک چکا تھا۔ مگر مامون الرشید اپنے اقرار پر ڈٹے ہوئے تھے۔ اگر وہ اس کے لیے کوئی ڈھنگ کا گھرانہ ڈھونڈتے تو ہو سکتا ہے ہارون ان کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا، اصل مسئلہ یہی تھا کہ تمیز الدین فیملی کسی طور ہارون کے معیار پر پوری نہ اترتی تھی۔ وہ جدید دور کا لڑکا تھا۔

شریک حیات کے حوالے سے اس کے کچھ خواب تھے۔ سولہویں صدی کے کسی نمونے سے شادی کرنے سے بہتر تھا کہ وہ کنوارا ہی رہ جاتا، پھر خاندان میں شائستہ بھابھی کی صورت ایسی مثال موجود تھی جس کو دیکھتے ہوئے وہ کسی دقیانوسی گھرانے میں شادی پر تیار نہ ہو سکتا تھا۔ شاید تمیز الدین فیملی سے اس کے اتنا چڑنے کی وجہ بھی اس کے لاشعور میں چھپا یہی خوف تھا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ اس کی شادی شدہ زندگی مرتضیٰ بھائی کی طرح گزرے۔ مرتضیٰ بھائی بڑی پھوپھو کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ شادی سے پہلے کیا شوخ طبیعت پائی تھی۔ بذلہ سنج، حاضر جواب، پہننے اوڑھنے کے شوقین۔ اچھی خاصی پرسنالٹی کے مالک تھے۔ پھوپھو نے ان کے لیے اپنی رشتے کی نند کی بیٹی کا انتخاب کیا تھا۔ سننے میں آیا تھا کہ شائستہ بھابھی کا خاندان دین کی طرف رجحان رکھنے والا خاندان ہے۔ خود شائستہ میں بھی خاندان کا رنگ جھلکتا تھا۔ وہ حافظہ قرآن تھیں۔ پنج وقتہ نمازی، بچیوں کے دینی مدرسے میں پڑھاتی تھیں۔ دینی محافل میں درس دینے کے لیے بلائی جاتی تھیں۔ اس وقت ہارون کو یہ باتیں قطعاً" قابل اعتراض نہ لگتی تھیں۔ لیکن جب مرتضیٰ بھائی کی شادی شدہ زندگی کا حال سامنے آیا تو وہ قطعاً" خوش گوار نہ تھا۔ شائستہ بھابھی خود کو بہت عالم فاضل سمجھتی تھیں اور دوسروں کو جاہل مطلق۔

اچھے بھلے مسلمانوں کو اپنی بنائی ہوئی دین کی کسوٹی پر پرکھتیں اور مسترد کر دیتیں۔ مرتضیٰ بھائی پر مسلسل طنز اور طعنوں کی بوچھاڑ کیے رکھتیں۔ مرتضیٰ کو زبردستی اپنی لائن پر لانے کی کوشش میں وہ اپنے ساتھ ساتھ انہیں دین سے بھی برگشتہ کر بیٹھیں۔ پہلے مرتضیٰ بھائی پانچ میں سے دو تین نمازیں تو پڑھ ہی لیتے تھے۔ اب جمعہ کی نماز کے لیے بھی مشکل سے گھر سے نکلتے۔ گھر کا حال ہر وقت ابتر رہتا۔ شائستہ بھابھی خود دینی محفلیں اٹینڈ کرنے نکل جاتیں پیچھے گھر کا کوئی

پریشان حال نہ ہوتا۔ پھوپھو جو بڑے بیٹے کے ساتھ رہتی تھیں۔ مجبوراً" مرتضیٰ بھائی کے پاس آکر رہنے لگیں۔ انہوں نے شائستہ کا انتخاب کیا سوچ کر کیا تھا اور وہ کیا نکلیں۔ بے چاری ٹھنڈی آہیں بھرنے کے سوا کچھ نہ کر سکتی تھیں۔

ہارون کی پہلے مرتضیٰ بھائی سے اچھی خاصی دوستی تھی، لیکن اب وہ شائستہ بھابھی کی وجہ سے وہاں جانے سے اجتناب کرتا تھا۔ وہ نصیحتیں کرنے سے باز نہ آتی تھیں اور ہارون کو ان کی نصیحتوں میں چنداں دلچسپی نہ تھی اور تمیزالدین فیملی سے رشتہ جوڑنے کا مطلب تھا کہ شائستہ بھابھی جیسی کوئی خاتون اس کے سر پر مسلط ہو جائے۔ زندگی انسان کو ایک بار ملتی ہے۔ ایک غلط فیصلہ کر لیا جائے تو خمیازہ عمر بھر بھگتنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بات وہ اپنے ابا حضور کو کیسے سمجھاتا۔

☼ ☼ ☼

اس نے پھوپھو سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ شاید جو بات وہ اپنے والد بزرگوار کو نہ سمجھا پا رہا تھا' وہ پھوپھو اپنے برادر محترم کو سمجھا دیتیں۔ اسے پھوپھو کی مدد درکار تھی۔ وہ ان کا لاڈلا بھتیجا تھا۔ اس مشکل وقت میں وہ ضرور اس کے کام آتیں۔ جس وقت پھوپھو کے ہاں پہنچا خوش قسمتی سے شائستہ بھابھی گھر پر موجود نہ تھیں۔ پانچ سالہ زوہیب اور چار سالہ کاشان کارٹون دیکھنے میں مگن تھے۔ پھوپھو پاس بیٹھی آلو چھیل رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر دادی اور پوتے خوش ہو گئے۔

"بہت دنوں بعد شکل دکھائی۔" اس کے سلام کا جواب دے کر پھوپھو نے شکوہ کیا تھا۔ وہ دل میں شرمندہ ہو گیا۔ آج بھی اس کی اپنی غرض یہاں کھینچ لائی تھی۔

"بس پھوپھو کیا بتاؤں' آپ کے بھیا حضور نے زندگی کو مشکل میں ڈالا ہوا ہے۔ کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہا مجھے۔" اس نے سرد آہ بھر کر پھوپھو کو مخاطب کیا۔

"کیوں ایسا کیا کر دیا میرے بھیا حضور نے؟" پھوپھو نے مسکرا کر پوچھا۔

"بتاتا ہوں پھوپھو! ذرا تفصیل طلب بات ہے' پہلے میں اپنے پارٹنرز سے تو مل لوں۔"

اس نے کاشان کو گود میں بٹھایا اور زوہیب کو بھی ہاتھ بڑھا کر اپنے قریب کیا۔

"اتنے اچھے کارٹون آرہے ہیں مرتضیٰ چاچو! مما گھر پر نہیں ہیں نا اس لیے ہم کارٹون دیکھ رہے ہیں۔ مما تو ٹی وی دیکھنے نہیں دیتیں۔" زوہیب نے اسے مخاطب کیا۔

"مما کے ہوتے ہوئے کارٹون دیکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے پارٹنرز!" اس نے پیار سے اس کے بال بکھیرے۔

"ہارون۔۔۔" پھوپھو کو ہنسی تو آئی' مگر اسے تنبیہی انداز میں ٹوکے بنا نہ رہ پائیں۔

"دادو ہمارے لیے پتوڑے (پکوڑے) بنا رہی ہیں' آپ بھی پتوڑے کھائیں گے نا ہارون چاچو۔" کاشان نے پوچھا تھا۔

"آپ کی دادو کے ہاتھ کے پتوڑے ضرور کھائیں گے۔ پھر آپ لوگوں کو بائیک پر باہر گھما کر بھی لائیں گے' پہلے آپ کی دادو سے اپنا مسئلہ ڈسکس کر لیں۔"

وہ پھوپھو کی طرف مڑا تھا اور پھر مختصراً" انہیں اپنی پریشانی سے آگاہ کیا تھا۔

"میں بہت امید لے کر آپ کے پاس آیا ہوں پھوپھو۔ ابا جان کو سمجھائیں کہ وہ اپنا فیصلہ بدل ڈالیں۔ ورنہ میرا حال بھی مرتضیٰ بھائی والا ہو گا۔ میری تو اماں بھی حیات نہیں' جو میرے بچوں کو پتوڑے (پکوڑے) بنا کر کھلا سکیں۔ تمیز الدین صاحب کا خاندان بالکل شائستہ بھابھی کے خاندان جیسا ہے اور تو اور تمیزالدین صاحب وضع قطع کے اعتبار سے بھی شائستہ بھابھی کے والد میں ملتے ہیں۔ اگر ان کی دختر بھی شائستہ بھابھی جیسی ہوئی تو میں تو بے موت ہی مارا جاؤں گا۔"

"تمہارے مفروضے بے بنیاد بھی تو ہو سکتے ہیں میرے چاند۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔" ساری کتھا سن کر پھوپھو نے اسے پیار سے سمجھایا تھا۔

"یہ محاورہ میری سمجھ سے تو باہر ہے پھوپھو۔ پانچوں انگلیاں برابر ہی تو ہوتی ہیں، یہ دیکھیں۔" اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں ملائی تھیں۔ پھوپھو کو ہنسی آگئی تھی۔

"بس آپ پہلی فرصت میں ہمارے گھر آئیں۔ ابا جان کو قائل کرنے کی کوشش کریں۔ وہ میری تو بات سننے تک کے روادار نہیں۔"

"اچھا تم فکر نہ کرو، میں آؤں گی مامون بھائی سے بات کرنے۔" پھوپھو نے اسے تسلی دی تھی۔

☼ ☼ ☼

وعدے کے مطابق پھوپھو اگلے ہی دن آگئی تھیں۔ ہارون کو امید تھی کہ مامون الرشید بہن کی بات کو سنجیدگی سے سنیں گے۔ لیکن اس کی حیرت اور افسوس کی کوئی حد نہ رہی، جب انہوں نے پھوپھو کی بات کو بہت سرسری انداز میں سنا تھا۔

"میں اس کا باپ ہوں، اس کے لیے کوئی نامناسب فیصلہ کیوں کرنے لگا۔ اس قصے کو چھوڑو، تم یہ بتاؤ، مجتبیٰ کا کاروبار کیسا جارہا ہے، کچھ دنوں پہلے میری اس سے فون پر بات ہوئی تھی، تو کچھ پریشان لگ رہا تھا۔" مامون الرشید نے عفت سے ان کے بڑے بیٹے کی بابت دریافت کیا تھا۔

"ہاں بھائی! مارکیٹ کی ایک پارٹی پیسے دبا کر بیٹھی تھی، مگر اللہ کا شکر ہے معاملہ حل ہوگیا۔" پھوپھو نے جواب انہیں دیا تھا، مگر دیکھ وہ ہارون کی طرف رہی تھیں جو منہ پھلائے بیٹھا تھا۔

"شادی زندگی بھر کا معاملہ ہے بھائی! اگر ہارون کے دل کی خوشی نہیں ہے تو زبردستی کیوں کرتے ہیں اس کے ساتھ؟" خفا بھتیجے کی شکل پر نظر ڈالتے ہوئے عفت نے ایک بار پھر مامون صاحب کو موضوع کی طرف لانے کی کوشش کی۔

"تو ہارون کے دل کی خوشی کیا ہے؟ یہ کہاں شادی کرنا چاہتا ہے؟ بتائے مجھے اس لڑکی کا نام پتا ___ میں وہاں رشتہ لے جاتا ہوں۔" مامون الرشید نے بھی خفگی سے بیٹے کو دیکھا تھا۔

"لڑکی پسند کرنے کی آپ نے مجھے اجازت ہی کب دی ابا جان! یونیورسٹی میں ایک سے ایک اچھی لڑکی موجود تھی، لیکن کالج، یونیورسٹی کی محبت کو تو آپ خرافات گردانتے تھے۔ آپ کے نزدیک تو صرف خالہ کی بیٹی سے محبت شرعاً جائز ہے۔ اب میری کوئی خالہ ہی نہیں تو بیٹی..."

"ہارون الرشید۔" اس کی بے سروپا بات پر مامون الرشید اسے خفگی سے ٹوکے بنا نہ رہ پائے۔

"میں نے تمہیں کب کہا کہ خالہ کی بیٹی سے محبت جائز ہے؟" وہ بہن کے سامنے اس ذکر پر ذرا جزبز ہوئے تھے۔

"یس، یعنی وہ بھی ناجائز ہے۔" ہارون نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔ عفت نے بہت مشکل سے ہنسی ضبط کی تھی۔ دونوں باپ بیٹا کس لایعنی بحث میں الجھے ہوئے تھے۔

"بہرحال میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ مجھے پڑھی لکھی، خود اعتماد اور ماڈرن بیوی چاہیے، تمیز الدین صاحب کی بیٹی سے شادی کرکے میں نے لوگوں میں اپنا مذاق نہیں بنوانا۔" وہ نروٹھے پن سے قطعیت بھرے انداز میں بولا۔

"پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔" مامون الرشید کو اس بار صحیح معنوں میں تاؤ چڑھا تھا۔ "تم نے نورالعین کو دیکھا تک نہیں۔ اپنے ذہن میں اس کا فرضی خاکہ بنا رکھا ہے، کبھی اسے شائستہ سے ملاتے ہو، کبھی کوئی اور بے پر کی اڑاتے ہو۔ محض مفروضوں کی بنیاد پر ہیرے جیسی لڑکی کا ساتھ ٹھکرا رہے ہو۔ عفت سمجھاؤ تم ہی اپنے بھتیجے کو۔" مامون الرشید نے بہن کو مخاطب کیا۔

وہ بے چارگی سے بھائی اور بھتیجے کو دیکھ کر رہ گئیں۔ دونوں کے درمیان چھڑی بحث میں انھیں اپنا وجود بالکل بے معنی لگ رہا تھا' لیکن بالکل غیر متوقع طور پر ہارون نے اپنی ٹون بدلی تھی۔

"آپ نے مجھے تین دن کی مہلت دی تھی نا ابا جان۔ ابھی ڈیڑھ دن باقی ہے' میں اس پروپوزل پر مزید غور کرتا ہوں ان شاء اللہ کل شام کو اپنے جواب سے آگاہ کروں گا۔" اس نے اس بار بہت ادب اور تمیز سے باپ کو مخاطب کیا۔ عفت نے حیران ہو کر بھتیجے کو دیکھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ ان کا یہ ہونہار اور ذہین بھتیجا کچھ سوچ چکا ہے۔ مامون الرشید البتہ اس جواب پر خوش ہو گئے تھے۔

"میں اپنی بات پر قائم ہوں کل مہلت کا آخری دن ہے۔ مجھے قائل کرنے کے لیے کوئی معقول دلیل ذہن میں آئے تو میرے پاس آنا ورنہ تمہاری پھوپھو نورالعین کو انگوٹھی پہنا کر شادی کی تاریخ طے کر آئیں گی۔"

مامون الرشید نے اسے مخاطب کیا۔ وہ سنجیدگی سے سرہلا کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

اگلی شام کو کہنے کے مطابق وہ مامون الرشید کے کمرے میں حاضری دینے پہنچ گیا تھا۔ مامون الرشید کتاب پڑھنے میں مشغول تھے اس کی آمد پر کتاب اپنے سرہانے رکھی اور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تم یقیناً" اپنے جواب سے آگاہ کرنے آئے ہو اور مجھے یقین ہے کہ یہ جواب اثبات میں ہی ہو گا۔" انہوں نے اسے مخاطب کیا لیکن ان کے چہرے سے ہی ظاہر تھا کہ اپنی کہی بات کے بارے میں وہ خود زیادہ پر یقین نہیں جب ہی ہارون کی بات سن کر انھیں حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"واقعی تم اس رشتے پر بخوشی راضی ہو؟" انھیں لگا کہ انھیں سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ تب ہی حیرت اور خوشی سے دوبارہ بیٹے کو مخاطب کیا۔

"بالکل ابا جان! میں راضی ہوں' لیکن میری ایک شرط بھی ہے۔" ہارون نے انھیں مزید خوش کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔

"کیسی شرط؟" مامون الرشید نے اسے عینک کے شیشوں کے اوپر سے جھانکا۔

"آپ نے کہا تھا نا کہ میں نورالعین کو بغیر دیکھے کیسے اس کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتا ہوں' بس اسی لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ شادی سے پہلے کم از کم ایک بار نورالعین کو دیکھ لوں۔ تصویر نہیں بلکہ بالمشافہ ملاقات۔" اس نے رک رک کر مگر ٹھوس لہجے میں باپ کو مخاطب کیا۔

"تم جانتے ہو' تم کیا کہہ رہے ہو؟" کچھ لمحوں تک اسے خونخوار نگاہوں سے تکنے کے بعد وہ سرد لہجے میں بیٹے سے مخاطب ہوئے۔

"مجھے بخوبی احساس ہے کہ میں کیا کہہ چکا ہوں۔ میں اپنی ہونے والی شریک حیات کو ایک بار دیکھنا چاہتا ہوں' یہ میرا شرعی حق ہے۔ جس سے نہ آپ مجھے روک سکتے ہیں' نہ تمیزالدین صاحب کو اس بات پر اعتراض ہونا چاہیے۔ میں ان کی بیٹی سے صرف اسی صورت شادی کروں گا' اگر وہ مجھے اس سے ملاقات کی اجازت مرحمت فرما دیں گے۔"

وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ مامون الرشید خاموشی سے بیٹے کا چہرہ تکتے رہے۔ وہ ان کی شکوہ کناں نگاہوں کا مفہوم سمجھ سکتا تھا۔ دل میں ذرا سا احساس ندامت جاگا جس کو اس نے فوراً" ہی تھپک کر سلا بھی دیا۔

"میں نے تمہارے لیے جو مناسب سمجھا وہی فیصلہ کرنا چاہا' لیکن تم نئی نسل کے لوگ' جانے کیوں والدین کی پسند پر بھروسا نہیں' ٹھیک ہے' میاں! جاؤ خوش رہو۔" مامون الرشید نے ٹھنڈا سانس بھرا' پھر دوبارہ سرہانے رکھی کتاب اٹھالی۔

ہارون بے یقینی سے انھیں دیکھتا رہا۔ آج کا معرکہ اتنی جلدی نمٹ جائے گا۔ اسے اندازہ ہی نہ تھا۔ وہ چند لمحوں تک منتظر کھڑا رہا کہ شاید ماموں الرشید کچھ اور کہیں۔ لیکن وہ لب بھینچے کتاب کی ورق گردانی میں مشغول ہوگئے۔

ہارون چپ چاپ وہاں سے کھسک گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے انہیں بہت ہرٹ کیا ہے، لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ماموں الرشید اس سے زیادہ دنوں کے لیے خفا نہ رہ پائیں گے۔ سو وہ دل میں اٹھتی پچھتاوے کی لہر کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا آیا۔

آج بہت دنوں بعد اس کا ذہن ہر قسم کی فکر سے آزاد تھا۔ اتنے دنوں سے بلاوجہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا۔ یہ معاملہ اتنی آسانی سے حل ہو جائے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

"واہ ہارون میاں واہ! اسے کہتے ہیں عقل کا درست اور بروقت استعمال۔" اس نے خود کو شاباشی دی تھی۔ اس رات وہ بہت گہری اور پرسکون نیند سویا تھا۔

اگلے دن آفس میں بھی اس کا موڈ بہت خوش گوار رہا۔ آفس سے واپسی پر دوستوں کی طرف نکل گیا۔ وہاں باہر ڈنر کا پروگرام بن گیا۔ اس نے دیر سے آنے کا بتانے کے لیے گھر فون کیا۔ فون بھولے نے اٹھایا تھا۔

"بڑے صاحب تو تمیز الدین صاحب کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔ وہ آئیں گے تو میں انھیں بتادوں گا کہ آپ دیر سے آئیں گے۔ پھر آپ کی روٹی تو نہ پکاؤں نا ہارون بھائی۔" بھولے نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں، میں کھانا باہر ہی کھاؤں گا۔" اس نے بشاش لہجے میں جواب دیا تھا۔

کتنی طمانیت ملی تھی یہ خبر سن کر کہ ماموں الرشید اس وقت تمیز الدین صاحب کے ہاں گئے ہیں۔ وہ جانے اپنے دوست سے کن الفاظ میں معذرت کریں گے "یہ تو یقیناً" نہ کہہ پائیں گے کہ ان کا ناخلف بیٹا تمیز الدین صاحب کی بیٹی سے بالمشافہ ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ پھر انکار کا کیا سبب بتائیں گے۔ کچھ لمحوں تک سوچتا رہا تھا۔ پھر ذہن سے جھٹک دیا۔ یہ ماموں الرشید کا مسئلہ تھا اس کا نہیں۔ وہ دوستوں کی کمپنی انجوائے کرنے لگا۔ رات گئے اس کی واپسی ہوئی تھی۔

"اباجان آگئے؟" اس نے پوچھا۔

"کب کے آگئے جی۔ اب تو سو رہے ہیں" بس میں آپ کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔" بھولے نے بڑی سی جمائی لیتے ہوئے کہا۔

☼ ☼ ☼

اگلی صبح ماموں صاحب نے اس کے دروازے پر زوردار دستک دیتے ہوئے اسے باآواز بلند پکارا تھا۔

"آج سنڈے ہے اباجان! آفس کا آف" اس نے نیند میں جھومتے ہوئے بمشکل دروازہ کھول کر انہیں آگاہ کیا۔ وہ جب سے ریٹائر ہوئے تھے۔ دنوں کی گنتی اکثر بھول جاتے تھے۔

"میں ناشتے کی میز پر انتظار کررہا ہوں۔ فریش ہو کر فوراً آؤ۔" ماموں صاحب نے گویا اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔ اس نے اثبات میں سر تو ہلا دیا۔ لیکن جیسے ہی ماموں صاحب پلٹے وہ دروازہ بند کیے واپس آکر بیڈ پر لیٹ گیا۔ نیند کا سلسلہ جہاں سے ٹوٹا تھا وہیں سے جڑ گیا۔ بمشکل پانچ سات منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ماموں الرشید پھر اس کے سرہانے کھڑے اس کا شانہ ہلا رہے تھے۔

"دس بجنے والے ہیں۔ ہارون! اور گیارہ بجے تمہاری ملاقات ہے۔"

"میری ملاقات... مگر کس سے؟" اس نے مندی مندی آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"آج گیارہ بجے تمہیں نور العین سے ملنے جانا ہے۔"

"ملنے تو میں چلا جاؤں گا، مگر آپ نے کیا کہا کس سے ملنے جاؤں؟" وہ یقیناً ابھی تک حالت نیند میں ہی تھا۔

"نور العین، تمیز الدین کی دختر" آج تم تمیز الدین کے ہاں مدعو ہو۔" مامون الرشید نے اسے سنجیدگی سے آگاہ کیا اور اس کی نیند تو جیسے بھک سے اڑ گئی۔ نیند بھی اور شاید دماغ کا فیوز بھی' جب ہی تو حیران پریشان نگاہوں سے باپ کو تکتا رہا۔

"ہاں۔۔۔ تم نے ہی خواہش ظاہر کی تھی اس سے ملنے کی۔ آج گیارہ بجے وہاں چلے جانا۔"

مامون الرشید کہہ کر واپس پلٹ گئے تھے۔ وہ چند لمحوں تک وہیں کھڑا حیرت کے سمندر میں غوطہ زن رہا۔ پھر ان کے پیچھے ہی باہر لپکا تھا۔ مامون صاحب ناشتے کی میز کے پاس پہنچ چکے تھے۔ بھولا ٹیبل پر ان کا ناشتا لگا رہا تھا۔

"وہ مان گئے ابا؟" ہارون نے روہانسا ہو کر پوچھا۔ مامون الرشید نے کرسی سنبھالتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی۔

"لیکن وہ میرا مطلب ہے کہ میں یعنی اگر میں۔۔۔" بوکھلاہٹ میں اس کے منہ سے خاصا بے ربط سا فقرہ نکلا تھا۔

"ہاں برخوردار! تمہارا مطالبہ اتنا ناجائز بھی نہ تھا۔ یہ حق تمہیں تمہارے مذہب نے دیا ہے اور تمیز الدین فیملی مذہب پر صرف نام کی حد تک عمل پیرا نہیں' بلکہ وہ مذہب کی صحیح روح سے آشنا ہے۔"

مامون الرشید کو تو موقع ملنا چاہیے تھا۔ تمیز الدین فیملی کی شان میں قصیدے پڑھنے کا' ہارون کی تو سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ آگے کیا کہے۔ اس کی چال اسی پر الٹ چکی تھی اور کتنے بھولے تھے اس کے ابا جان۔ تمیز الدین صاحب کے ہاتھوں بے وقوف بنتے جا رہے تھے۔ اپنے خوبرو' پڑھے لکھے اور برسر روزگار بیٹے کو پلیٹ میں رکھ کر انہیں پیش کرنے جا رہے تھے جانے ان کی بیٹی میں کیا کمی تھی جو اسے رشتہ مل کر نہیں دے رہا تھا۔ جب ہی تو وہ ہارون سے ملاقات تک کروانے پر رضامند ہو گئے تھے۔ سوچ سوچ کر ہارون کی بے بسی اور جھنجلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

"ہارون بھائی! آپ کا ناشتا بنا دوں۔" بھولے نے اسے مخاطب کیا۔

"میرا تو خیال ہے ناشتا رہنے دو' تمیز الدین کے ہاں تم ظہرانے پر مدعو ہو اور وہ لوگ کھانا جلد کھانے کے عادی ہیں۔"

"آپ نے تو کہا تھا کہ گیارہ بجے مجھے وہاں جانا ہے۔" اس نے غصے میں باپ کو مخاطب کیا۔

"وہ تو تمہیں جگانے کے لیے کہا تھا۔ گیارہ نہ سہی بارہ بجے تک تمہیں وہاں موجود ہونا ہے۔" انہوں نے کہا۔ وہ بے دم سا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"پھر ناشتا رہنے دوں صاحب؟" بھولے نے مطلب کی بات پوچھی۔ ہارون نے بنا جواب دیے اسے گھورنے پر اکتفا کیا تھا۔

"بھولے بیٹا! کمرے سے میرا چشمہ اور گھڑی اٹھا لاؤ۔" مامون الرشید کا ناشتا ختم ہو چکا تھا۔ انہوں نے بھولے کو مخاطب کیا۔ وہ تابع داری سے سر ہلاتا ان کے کمرے کی طرف مڑا تھا۔

"سوچ رہا ہوں' پہلے ڈاکٹر حیات کی طرف چلا جاؤں۔ صبح سے سر میں درد محسوس ہو رہا ہے' کہیں بلڈ پریشر نہ بڑھ رہا ہو۔"

انہوں نے خود کلامی کی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو ہارون تشویش میں مبتلا ہو کر باپ کی خیریت ضرور دریافت کرتا۔ دوا میں بے قاعدگی کرنے پر انہیں ذرا سی ڈانٹ پلاتا' پھر خود انہیں ڈاکٹر حیات کے کلینک لے جاتا' لیکن آج وہ دل کی تشویش دل میں دبائے بے زار شکل بنائے بیٹھا رہا۔

بھولے نے مامون الرشید کو عینک اور گھڑی لا تھمائی تھی۔ وہ ہارون پر اچٹتی نگاہ ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ذرا ٹائم سے نکل جانا بیٹے! اور ذرا ڈھنگ کے حلیے میں جانا۔ اب معاملہ صرف تمہارے دیکھنے تک محدود نہیں رہا' ظاہر ہے بچی بھی تمہیں دیکھے گی تو تمہیں اس کے معیار پر بھی پورا اترنا ہو گا۔" انہوں

نے اسے مخاطب کیا۔ ہارون نے ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر انہیں دیکھا' مگر چپ ہی رہا۔

"اور بے فکر ہو کر جانا۔ میں اور تمیز الدین آج اسلام صاحب کا حال پوچھنے جائیں گے۔ جس وقت تم تمیز الدین کے ہاں جاؤ گے' وہ گھر پر موجود نہیں ہو گا۔ ہم دونوں نے یہی مناسب سمجھا۔ اس طرح نہ تمہیں الجھن ہو گی' نہ تمیز الدین کو' امید ہے تمہاری آج کی ملاقات بخیر و خوبی نمٹے گی۔"

مامون الرشید اسے رسانیت سے آگاہ کرتے ہوئے چلتے بنے۔ ان کے جانے کے بعد وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گیا۔ کچھ لمحوں بعد خالی پیٹ کی صدا نے تو دھاڑا تھا۔

"بھولے۔"

"جی ہارون بھائی!" بھولا کچن میں تھا' وہیں سے جوابی ہانک لگا دی تھی۔

"دو پراٹھے اور آملیٹ' دو منٹ کے اندر ٹیبل پر موجود ہونے چاہئیں۔" اس نے وارننگ کے سے انداز میں ناشتا مانگا تھا۔

"آپ پہلے بتاتے جی۔ جب بڑے صاحب نے کہا تھا ناشتا رہنے دو۔ تب چپ رہے' اب میں ناشتا کرنے لگا ہوں۔ دو ہی انڈے بچے تھے۔ میں نے اپنے لیے آملیٹ بنا لیا۔ آپ یوں کریں' نکڑ والی دکان سے دو انڈے پکڑ لائیں' میں جلدی جلدی ناشتا کر کے آپ کا بھی ناشتا بنا دوں گا۔"

بھولے نے جیسے احسان عظیم کیا تھا۔ ہارون کرسی کو ٹھوکر مارتا ہوا اٹھا۔ ٹھوکر ذرا زور سے لگی پاؤں کا انگوٹھا دکھنے لگا تھا۔ کمرے میں واپس آ کر بیڈ پر ڈھے سا گیا۔ کچھ دیر بعد جھنجلاتے ہوئے اٹھا تھا۔ وارڈروب کھول کر سب سے گھسی پٹی جینز کے ساتھ ایک ٹی شرٹ کھینچ کر باہر نکالی۔ واش روم میں شاور کے نیچے کھڑے ہو کر وہ پانی کے ساتھ اپنا غصہ اور جھنجلاہٹ بھی بہا دینا چاہتا تھا۔ کافی دیر تک بھی جب وہ واش روم سے نہ برآمد ہوا تو بھولے نے تشویش کے عالم میں باتھ روم کا دروازہ بجا دیا تھا۔

"آجائیں ہارون بھائی! غصہ تھوک دیں۔ میں نے ناشتا بنا دیا ہے۔" وہ تولیے سے سر رگڑتا باہر نکلا' بھولے کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔ پھر چپ چاپ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنائے' والٹ اور بائیک کی چابی اٹھائی۔

ہارون جلتا بھنتا گھر سے باہر نکلا تھا۔ کتنی دیر تک سڑکوں پر فضول میں بائیک دوڑاتے ہوئے پیٹرول برباد کرتا رہا۔ پھر غصے کے عالم میں بائیک تمیز الدین صاحب کے گھر کی طرف موڑ دی۔

"ٹھیک ہے یوں تو یوں ہی سہی۔" وہ دل میں سوچ چکا تھا کہ اپنی بے زاری اور ناگواری تمیز الدین صاحب کی بیٹی پر ظاہر کر دے گا۔ لڑکی عقل مند ہوئی تو خود ہی پیچھے ہٹ جائے گی۔ بھلے سے بعد میں علم ہونے پر مامون الرشید خفا ہوتے رہیں۔ زیادہ سے زیادہ دس پندرہ دن تک خفا رہ لیتا تھا۔ انہوں نے:

☼ ☼ ☼

بائیک ایک طرف کھڑی کر کے دروازے پر دستک دی۔ ذرا دیر بعد دروازہ کھل گیا تھا۔ تمیز الدین صاحب کا آٹھ نو سالہ بھتیجا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

"اندر بتاؤ کہ میں آیا ہوں۔" اس نے بچے کو سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"آپ کون؟" بچے نے اس سے بھی زیادہ سنجیدگی سے دریافت کیا۔ اتنے میں ایک بچی دوڑتی ہوئی آئی تھی۔ ہارون کو دیکھ کر قدرے سٹپٹائی' پھر بچے کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"یہ ہارون بھائی ہیں ڈفر' نور آپی والے۔" سرگوشی اتنی بلند تھی کہ ہارون کی سماعتوں تک با آسانی پہنچ گئی تھی۔

"السلام علیکم بھائی۔۔۔ اندر آئیں نا' یہاں کیوں کھڑے ہیں۔" بچی نے تمیز سے سلام کر کے ہارون کو اندر آنے کی دعوت دی۔

بچہ تمیز الدین فیملی کا ہی لڑکا تھا۔ اسے یوں اندر بلانے پر متذبذب، مگر بچی نے فوراً "لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچا اور ہارون کو اندر آنے کا راستہ دیا۔

ہارون خود ان بچوں کی معیت میں دہلیز پار کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ اندر پردے دار خواتین موجود ہوں گی۔ یوں منہ اٹھا کر گھر میں گھسنا بدتمیزی نہ تصور کی جائے' مگر اگلے ہی پل اس نے اس سوچ کو ذہن سے جھٹکا' وہ یہاں تمیز تہذیب کا مظاہرہ کرنے قطعاً "نہیں آیا تھا۔ سو گردن اٹھا کر گردوپیش کا جائزہ لیتا اندر داخل ہوا'

لیکن یہ بدتمیزی شمار میں نہ آسکی کہ کوئی اس کا جائزہ لینے کو موجود نہ تھا۔ طویل گیلری سنسان پڑی تھی۔ پھر دائیں طرف اچانک ایک دروازہ نمودار ہوا۔

"آئیں بھائی! ڈرائنگ روم میں بیٹھیں۔ میں امی اور تائی امی کو بلاتی ہوں۔" بچی واقعی بہت تمیز یافتہ تھی۔ لائٹ پنکھا آن کر کے وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

ہارون نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر خود کو ذرا سا پرسکون کرنے کی کوشش کی۔ کچھ لمحوں بعد قدموں کی آہٹ ہوئی۔ ہارون ذرا سا سیدھا ہوا' مگر آنے والی اب بھی وہی بچی تھی' ہاتھ میں چھوٹی سی ٹرے تھی' جس کے وسط میں پانی کا گلاس تھا۔

"پانی پئیں بھائی۔" اس نے ٹرے ہارون کی جانب بڑھائی۔

"گڈ گرل۔" ہارون نے بے ساختہ اس کی تعریف کی۔ اس وقت وہ واقعی شدید پیاس محسوس کر رہا تھا۔ اس نے گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ بچی گلاس خالی ہونے کے انتظار میں منتظر کھڑی رہی۔

"کیا نام ہے بیٹا آپ کا؟" ٹھنڈا پانی پی کر مزاج پر خاطر خواہ اثر ہوا تھا۔ پھر وہ بچی تھی بھی بہت پیاری اور جس سلیقے سے وہ ہارون کو اٹینڈ کر رہی تھی۔ ہارون متاثر ہوئے بنا نہ رہ پایا۔

"میں ام ایمن ہوں۔ نور آپی کی کزن۔ وہ میرے تایا ابو کی بیٹی ہیں۔" اس نے اپنی دانست میں مفصل تعارف کروایا تھا۔

"ام ایمن۔ بہت پیارا نام ہے۔" ہارون نے جیسے باقی کے تعارف میں دلچسپی نہ لی۔ مایوسی ام ایمن کے چہرے پر واضح پڑھی جا سکتی تھی۔

"نور آپی بہت اچھی ہیں۔ شام کو ہم سب بچوں کو ہوم ورک کرواتی ہیں۔ ہم ضد کریں تو فرنچ فرائز بھی بنا کر دیتی ہیں۔"

اس سے پیشتر ہارون کوئی جواب دے کر اس کی مایوسی میں مزید اضافہ کرتا دو خواتین اندر داخل ہوئی تھیں۔ وہ پانی کا گلاس میز پر رکھتے ہوئے بلا ارادہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی سلام بھی کر ڈالا۔

"وعلیکم السلام' جیتے رہو۔" قدرے بڑی عمر کی خاتون نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ یقیناً "تمیز الدین صاحب کی اہلیہ تھیں۔

"بیٹھو بیٹا! کھڑے کیوں ہو؟" تمیز الدین صاحب کی بیگم نے پر شفقت انداز میں اسے مخاطب کیا۔ ان کے چہرے پر عجیب سا تقدس اور ملائمت چھائی ہوئی تھی۔ ہارون مودب سا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

"بہت بچپن میں دیکھا تھا تمہیں۔ تمہاری اماں اور میں اچھی سہیلیوں میں شمار ہونے لگے تھے۔ پھر ماموں بھائی کا ٹرانسفر راولپنڈی ہو گیا۔ تمیز الدین صاحب اور ماموں بھائی میں تو خط و کتابت کے ذریعے رابطہ برقرار رہا۔ ہم عورتیں گھرداری کے چکر میں الجھی رہتی ہیں۔ باوجود خواہش کے تمہاری اماں سے رابطہ استوار نہ رہ پایا۔ بس ان کے انتقال کی خبر سنی۔ کتنے دن تک تو یقین نہ آیا۔ وہ تو بہت متحرک خاتون تھیں۔ زندگی سے بھرپور بہت پیاری۔"

بیگم تمیز الدین کی آنکھوں میں نمی سی چمکی تھی۔ خود ہارون چند لمحوں تک کچھ نہ بول پایا۔ اماں بھولتی تو کسی پل نہ تھیں' لیکن کسی اور کے منہ سے ان کا ذکر عجیب جذباتی کر دیتا تھا۔ چند لمحوں کے لیے کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔

"تمیز الدین صاحب تمہاری بہت تعریف کرتے ہیں۔ یقیناً" تمہاری تربیت کا سہرا تمہارے والدین کے سر جاتا ہے۔ سعادت مند اولاد بھی نعمت خداوندی

ہوتی ہے۔"

"لو جی سعادت مندی کا سرٹیفکیٹ بھی مل گیا۔ چلو چھٹی ہوئی۔" ہارون ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گیا۔ ماحول اس کی خواہش کے برعکس بن چکا تھا۔ وہ اپنی شکل پر چھائی بے زاری نوٹس کروانا چاہتا تھا۔ مگر موقع محل نہ بن رہا تھا۔

"اور سنائیں جاب کے علاوہ کیا مصروفیات ہیں آپ کی۔" خاموش بیٹھی چچی صاحبہ نے انٹرویو کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اس نے اپنی کسی "مشکوک سرگرمی" کے متعلق بتا کر انہیں مشکوک کرنا چاہا تھا۔ مگر جب بولا تو صرف اتنا۔ "فارغ وقت میں دوستوں کی طرف نکل جاتا ہوں۔ ویسے فارغ وقت ملتا کم کم ہی ہے۔"

"آپ کی والدہ کے انتقال کے بعد گھر کے انتظام و انصرام سنبھالنے میں مشکل تو درپیش ہوتی ہو گی؟" چچی صاحبہ نے پوچھا تھا۔

وہ کیا کہتا' ظاہر ہے دقت تو اب تک ہو رہی تھی' شاید اسی لیے ماموں صاحب اس کی شادی کے درپے تھے۔ ان کے سوال پر بس سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔ کچھ دیر تک اسی طرح رسمی سوال جواب کا سیشن ہوتا رہا تھا۔ پھر بیگم تمیزالدین نے اسے مخاطب کیا۔

"کھانا تیار ہے بیٹا۔ باتیں تو ہوتی رہیں گی' آؤ پہلے کھانا کھا لو۔"

"کھانے کا تکلف رہنے دیں آنٹی! ویسے بھی میں نے ناشتا دیر سے کیا تھا۔" اس نے خالی پیٹ کی صدائیں نظرانداز کرتے ہوئے شائستگی سے جھوٹ بولا۔

"چلو' ہمارا ساتھ دینے کو تھوڑا بہت کھا لینا۔" وہ مسکراتے ہوئے اٹھی تھیں۔

ہارون کو بھی اٹھتے ہی بنی' دونوں خواتین کی ہمراہی میں اس نے ڈرائنگ روم سے ڈائننگ روم کا سفر طے کیا۔ بڑا سا ہال کمرہ تھا۔ جس کے وسط میں دسترخوان چنا ہوا تھا۔ ابھی تک لڑکی سامنے آنے کے آثار دور دور تک نہ تھے۔ دسترخوان پر ام ایمن سمیت چچی محترمہ کے تین بچے مؤدب بنے بیٹھے تھے۔

"آپ لوگوں نے بلاوجہ اتنا اہتمام کیا۔" وہ ذرا شرمندہ ہوا تھا۔

"نہیں بھائی کوئی خاص اہتمام نہیں ہے۔ ہم لوگ تو خود ایک وقت میں کئی طرح کے کھانے بنانے کے خلاف ہیں۔ چکن پلاؤ بنایا ہے۔ مگر اکثر لوگوں کو چاول پسند نہیں ہوتے' کوفتوں کا سالن ہے اور میٹھے میں کھیر باقی یہ رائتہ سلاد تو دسترخوان کی زینت بڑھانے کو ہوتے ہی ہیں۔" باتونی اور ہنس مکھ چچی نے اس بار اسے بے تکلفی سے مخاطب کیا۔

"چلو بسم اللہ کرو بیٹے!" بیگم تمیزالدین نے اس کی جانب چاولوں کی ڈش بڑھائی اور اس نے بسم اللہ پڑھ کر کھانے کا آغاز کیا تو پھر اپنا ہاتھ روک ہی نہ پایا۔ کھانا بہت عمدہ اور لذیذ تھا۔ کتنے عرصے بعد اس نے گھر کا پکا ہوا اتنا ذائقے دار کھانا کھایا تھا۔ وہ بھول گیا کہ کچھ دیر پہلے اس نے ناشتا دیر سے کرنے کا بتاتے ہوئے بھوک نہ ہونے کا اعلان کیا اور بیگم تمیزالدین نے کہا تھا کہ وہ ان کا ساتھ دینے کو ہی بیٹھ جائے اور اب یوں لگ رہا تھا کہ وہ سب اس کا ساتھ دینے کو بیٹھے ہیں۔

"کھانا بہت مزے کا ہے۔ میں نے بھوک نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کھا لیا۔" ہارون کو آخر کار کچھ یاد آیا تو شرمندہ ہوتے ہوئے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"کھیر اور لو بیٹا۔" بیگم تمیزالدین نے یقیناً" طنز نہیں کیا تھا۔ مگر وہ بری طرح شرمندہ ہو گیا۔ وہ بار پیالی بھر کر کھیر پہلے ہی لے چکا تھا۔

"نہیں آنٹی! بالکل گنجائش نہیں۔" اس نے شائستگی سے معذرت کی۔ پھر رخصت ہونے کا بہانہ بھی سوچنے لگا۔ جس سوچ کے تحت اس گھر کی دہلیز پار کی تھی۔ اسے عملی جامہ پہنانا ممکن نہ تھا۔ ان بھلی خواتین سے کوئی شخص کیسے نامناسب رویہ اختیار کر سکتا ہے۔ اسے انکار کا کوئی اور بہانہ سوچنا تھا۔ ان کی پردے دار بیٹی سے ملاقات کی اب وہ خود میں اخلاقی جرات نہ پاتا تھا۔ اگر وہ ان کی بیٹی سے شادی کا ارادہ نہیں رکھتا تو اسے کوئی حق نہ پہنچتا تھا کہ وہ اسے دیکھنے کا مطالبہ کرے۔

چچی جان کی معیت میں وہ دوبارہ ڈائننگ روم سے ڈرائنگ روم میں آن پہنچا تھا اور اب وہ رخصت کی اجازت لینا چاہتا تھا۔

"بیٹھو ہارون! اب چائے پلاتے ہیں آپ کو۔"

"نہیں جی' چائے کی بالکل گنجائش نہیں۔ کھانا بہت پیٹ بھر کر کھالیا۔" وہ واقعی اب بالکل رکنے کے موڈ میں نہ تھا۔

"ہماری نور کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔ کھانا اسی نے بنایا ہے۔" چچی نے مسکرا کر آگاہ کیا۔ وہ جواباً مسکرا بھی نہ سکا۔ اب تک جس ذکر سے بچنے پر شکر منا رہا تھا۔ وہ ذکر چھڑ گیا تھا۔

"میں اب چلتا ہوں' دراصل سنڈے کو ابا جان کے ساتھ۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی کہ اسی لمحے بیگم تمیز الدین کے ہمراہ چائے کی ٹرے اٹھائے ان کی بیٹی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"یہ نور العین ہے میری بیٹی!" بیگم تمیز الدین نے تعارف کروایا تھا۔ نور العین نے دھیرے سے سلام کیا تھا۔

ہارون نے سٹپٹاتے اور بوکھلاتے ہوئے جواب تو دے دیا' لیکن وہ دل میں سخت شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ رشتے سے انکار کے لیے کیسی نامناسب شرط رکھ دی تھی۔ ضمیر مسلسل ملامت کر رہا تھا اور دل اکسا رہا تھا کہ چپکے سے اس پری وش پر دوسری نگاہ بھی ڈال لی جائے۔ وہ عبایا اور اسکارف پہنے ہوئے تھی۔ فقط چاند سا چہرہ حجاب سے باہر تھا۔ چہرے پر عجیب سی ملائمت' ملاحت اور پاکیزگی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ ہارون بھی نگاہوں اور دل کو قابو کرنے کی کوشش کرتا ہوا بیٹھ گیا۔

"چچی جان' کھانا پکانے کا کریڈٹ مجھے دے رہی تھیں۔ مجھے فی الحال اتنی اچھی کوکنگ نہیں آتی۔ صرف پلاؤ میں نے بنایا ہے۔ وہ بھی امی اور چچی سے طریقہ پوچھ کر۔ دراصل پڑھائی کی وجہ سے کچن میں جانے کا موقع کم ملتا تھا۔" وہ دھیرے سے بولی تھی۔

ہارون نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ کیا صاف گوئی کا یہ مظاہرہ اسے متاثر کرنے کی کوشش تھی یا اپنے آپ کو پُراعتماد ثابت کرنے کی۔ ہارون نے اندازہ لگانا چاہا۔ شاید وہ اپنے آپ کو پراعتماد ثابت کرنے کی کوشش تو کر رہی تھی۔ لیکن اس کی پلکوں کی لرزش اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ ہارون کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ پائی۔

"اس پیاری سی لڑکی کو کس امتحان میں ڈال دیا تھا اس نے۔" دل ہی دل میں خود کو لعنت ملامت کرتا وہ اٹھ گیا۔ اب اس کے لیے مزید وہاں بیٹھنا ممکن نہ رہا تھا۔ اک آخری نگاہ اس صبیح چہرے پر ڈال کر وہ بیگم تمیز الدین اور چچی محترمہ کو اللہ حافظ کہتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

اب اسے رہ رہ کر اپنے خراب حلیے کا خیال آرہا تھا۔ مامون الرشید نے کہا تھا کہ ڈھنگ کے حلیے میں وہاں جانا' بچی بھی تمہیں دیکھے گی۔ اگر وہ بچی کو پسند نہ آیا تو؟ دل میں ایک لمحے کو خیال آیا تھا۔ اللہ نہ کرے۔۔۔ اس نے بے ساختہ سوچا۔

"اچھا جی!" دل شرارت سے مسکرایا۔ وہ جھینپ کر ہنس پڑا تھا۔ تسلیم کرنا مشکل تھا۔ لیکن سچ یہی تھا کہ پہلی نگاہ میں ہی اس کے دل کے ساتھ ہاتھ ہو گیا تھا۔ لو ایٹ فرسٹ سائٹ کا ہمیشہ مذاق اڑانے والا ہارون الرشید پہلی نگاہ میں ہی گھائل ہو گیا تھا۔

اگرچہ نور العین کی شخصیت ویسی نہ تھی' جیسی وہ اپنی لائف پارٹنر کے لیے پسند کرتا تھا۔ اسے ایک پُراعتماد اور ماڈرن بیوی درکار تھی' جو اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے' لیکن وہ نور العین کو شادی کے بعد اپنی پسند کے سانچے میں ڈھال سکتا تھا۔

باپ کے گھر میں وہ ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی پابند تھی۔ شادی کے بعد وہ اس کی دسترس میں ہوگی۔ وہ اسے جس ماحول کا عادی بنانا چاہے گا بنا لے گا۔ لڑکیوں کی شخصیت میں تو ویسے بھی بہت لچک ہوتی ہے۔ ہر عورت شائستہ بھابھی جیسی خرانٹ تھوڑی ہوتی ہے۔

اسے خود پر افسوس ہو رہا تھا کہ وہ اتنے دنوں سے

بلاوجہ نورالعین کو شائستہ بھابھی سے ملا رہا تھا۔ کہاں شائستہ بھابھی اور کہاں نورالعین ــــ وہ نورالعین کو سوچتے ہوئے مسکرایا اور جس وقت وہ مامون الرشید کے پاس پہنچا تو یہ ــــ جھینپی ہوئی مسکراہٹ ہونٹوں پر پھیلی ہوئی تھی۔

"مجھے آپ کا فیصلہ قبول ہے ابا جان۔" اس نے ان کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔ پچھلے کتنے دنوں سے وہ باپ کو کتنا ستا رہا تھا۔ لیکن والدین کا ظرف اولاد کی سوچ سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ بغیر کچھ جتائے مامون الرشید نے اسے خود سے لپٹا لیا تھا۔

"خوش رہو، آباد رہو، تمہاری ماں زندہ ہوتی تو خوشی سے پھولے نہ سماتی۔" وہ بے تحاشا خوش ہوتے ہوئے بھی مرحومہ بیوی کو یاد کرکے رنجیدہ ہو گئے۔

"یہ لیں جی گلاب جامنیں کھائیں، میں نے ٹی وی میں طریقہ دیکھ کر بنائی ہیں۔" اسی وقت بھولا بھی پلیٹ لیے آن موجود ہوا۔

مامون الرشید نے ایک گلاب جامن اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ بڑی مشکل سے نگلی، پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر بٹوا باہر نکالا۔

"یوں کرو بھولے بیٹے! مٹھائی بازار سے لے آؤ اور ٹی وی پر بس ڈرامے وغیرہ دیکھا کرو۔" انہوں نے اس کے ہاتھ میں پیسے تھماتے ہوئے سرسری سے انداز میں نصیحت کی تھی۔

بھولا سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔ دونوں باپ بیٹے نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کھل کر ہنس پڑے تھے۔

☼ ☼ ☼

بڑی پھوپھو نورالعین کو انگوٹھی پہنا کر شادی کی تاریخ طے کر آئی تھیں۔ مامون الرشید اس نیک کام میں ہرگز دیر نہ چاہتے تھے۔ ہارون اب فرماں بردار بیٹا تھا۔ باپ کی رضا میں راضی تھا۔

"مبارک ہو انکل! بہت اچھی جگہ ہارون کا رشتہ طے ہوا ہے۔ نورالعین کو تو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ جس مدرسے میں، میں نے پڑھایا ہے، وہاں نورالعین قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے آتی تھی۔"

اس روز وہ مامون الرشید کو لے کر پھوپھو کے ہاں گیا تو شائستہ بھابھی نے مامون الرشید کو مبارک باد دی تھی۔ آج بہت دنوں بعد وہ گھر پر تھیں۔ مامون الرشید نے خوش دلی سے مبارک باد قبول کی تھی، لیکن ہارون کچھ بے سکون سا ہوا۔ نورالعین کے بارے میں پتا چلا تھا کہ اس نے اکنامکس میں ماسٹرز کیا تھا۔ لیکن اب شائستہ بھابھی بتا رہی تھیں کہ وہ کسی مدرسے وغیرہ بھی جاتی تھی۔ کہیں وہ بھی شادی کے بعد شائستہ بھابھی والی روش نہ اپنا لے۔ محض ایک جھلک میں وہ نورالعین کی جس معصومیت پر فدا ہوا تھا۔ وہ جھلک واقعی صرف ایک جھلک ہو، حقیقت میں نورالعین اس سے بالکل مختلف ہو۔ چند لمحوں میں ہی اس نے کیا کچھ نہ سوچ لیا تھا۔

اسی وقت مسجد سے اذان کی صدا بلند ہوئی۔ مامون الرشید نماز پڑھنے چلے گئے۔ وہ غائب دماغی سے ٹی وی دیکھنے لگا۔

"اذان ہو رہی ہے ہمایوں! کم از کم ٹی وی کا والیوم ہی کم کر دو۔" شائستہ بھابھی نے اسے مخاطب کیا۔ وہ جیسے یک دم چونکا، پھر شرمندہ سا ہو کر ٹی وی آف کر دیا۔

"آپ کے دونوں صاحب زادے نظر نہیں آ رہے اور پھوپھو کہاں چلی گئیں؟" اس نے پھوپھو کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔

"پھوپھو تمہاری کچن میں ہیں اور میرے بیٹے ناظرہ پڑھنے مدرسے گئے ہیں، تم سناؤ، شادی پر کیسے راضی ہو گئے۔ پہلے تو شادی کا نام سن کر کانوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔" شائستہ بھابھی کا موڈ آج خاصا خوشگوار تھا۔ اسے دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔

"بس ابا جان کا حکم تھا، کیسے ٹالتا۔" اس نے سعادت مند اولاد ہونے کا تاثر دیا۔ شائستہ بھابھی طنزیہ سی ہنسی ہنس دی تھیں۔

"جانتی ہوں بھیا! کتنے سعادت مند ہو تم بے چارے مامون انکل اپنے دکھڑے ہمیں آکر روتے ہیں۔ ویسے شکر کرو کہ نورالعین جیسی لڑکی کا ساتھ

نصیب ہو رہا ہے۔ تمہاری زندگی میں سدھار لے آئے گی۔ ورنہ تم نہ نماز کے نہ روزے کے بس نام کے ہی مسلمان ہو۔ یہی حال تمہارے بھائی کا ہے۔ جانے تم لوگوں کو اپنی عاقبت کا خیال کیوں نہیں آتا' اب دیکھو' اذان ہو گئی ہے' نماز پڑھنے کے بجائے گھر میں ہی بیٹھے ہو' اگر تمہیں پتا چلے کہ بے نمازی کے لیے کتنی سخت وعید۔"

"شائستہ بھابھی! مجھے نمازی بنانے کے چکر میں کہیں آپ کی نماز قضا نہ ہو جائے۔" اس نے بے زاری سے ان کی بات کاٹی تھی۔

"استغفراللہ۔ تم جیسوں کو تو نصیحت کرنا ہی فضول ہے۔" وہ بُرا مانتے ہوئے اٹھ کر چلی گئیں۔

ہارون ایک لمحے کو شرمندہ بھی ہوا۔ دل ہی دل میں خود بھی استغفار پڑھی۔ یہ سچ تھا کہ وہ باقاعدگی سے نماز نہیں پڑھتا تھا' لیکن شائستہ بھابھی تو ایسے شروع ہو جاتی تھیں جیسے وہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہو' حالانکہ وہ جب بھی نماز پڑھتا بہت خشوع و خضوع سے پڑھتا دل میں ارادہ بھی باندھتا کہ اب کوئی نماز قضا نہ کرے گا' مگر ارادہ' ارادہ ہی رہتا۔ عادت چھوٹ جاتی۔ کچھ دنوں بعد پھر شروع کرتا' مگر جانے کیوں تسلسل قائم نہ رہتا۔

وہ دل میں نادم بھی ہوتا تھا۔ مگر شائستہ بھابھی کے انداز پر بری طرح چڑ جاتا وہ ہر بار ایسے طنز کے تیر چلاتی تھیں' جیسے دنیا میں واحد مسلمان ہونے کا شرف صرف انہیں حاصل ہو۔ اب بھی باہر برآمدے میں سے ان کی آوازیں آ رہی تھیں۔ نصیحتوں کا رخ ساس کی جانب ہو گیا تھا۔

"حد ہوتی ہے امی! ابھی اتنی دیر سے کچن میں کھڑی کام کر رہی تھیں۔ اب نماز کا وقت آیا تو بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں۔ تھوڑی سی مشقت اللہ کے نام برداشت کر لی جائے تو کیا حرج ہے۔ شدید معذوری اور محتاجی کے عالم میں بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے' جب دنیا کے سارے کام۔"

شائستہ بھابھی کا وعظ جاری تھا۔ ہارون سے ضبط نہ ہو سکا' وہ اٹھ کر برآمدے میں آ گیا۔

"پھوپھو کے گھٹنوں میں کتنی تکلیف ہے' یہ آپ سے بہتر اللہ جانتا ہے۔ صرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ہوتی تو پھوپھو پڑھ لیتیں' لیکن پھوپھو کے لیے بیٹھنے کے بعد کھڑا ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بنا سہارا لیے کبھی اٹھتے دیکھا ہے انہیں آپ نے' جہاں تک کچن میں کھڑے ہونے کی بات ہے تو یہ آپ کی ڈیوٹی ہے۔ جو پھوپھو کو نبھانی پڑتی ہے۔ گستاخی معاف' لیکن آپ جتنی اہمیت حقوق اللہ کو دیتی ہیں' اگر حقوق العباد کو بھی دے لیں تو یہ گھر رہنے کے قابل بن جائے۔"

ہارون "عموماً" ان سے الجھتا نہ تھا' لیکن آج ضرورت سے زیادہ ہی بول گیا۔ شائستہ بھابھی نخوت سے "ہونہہ" کرتی وضو کرنے چل پڑی تھیں۔

"ہارون میرے بچے! طبیعت میں برداشت کا مادہ پیدا کر۔" پھوپھو خوف زدہ ہو گئی تھیں کہ کہیں شادی کے بعد اس کا حال بھی مرتضیٰ بھائی والا نہ ہو۔ "صحیح ہی تو کہہ رہی ہے بہو دنیا کے سب کام بھی تو لشتم پشتم نپٹا لیتے ہیں۔ اللہ کے حضور ساری رعایت لینے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ جا میرے بچے تو بھی وضو کر کے نماز پڑھ۔ کسی کی ضد میں اللہ کو ناراض تھوڑی کیا جاتا ہے۔ یہی بات مرتضیٰ کی بھی سمجھ میں نہیں آئی۔"

پھوپھو افسردگی سے کہتی قبلہ رخ کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے نماز کی نیت باندھی تو ہارون بھی ٹھنڈا سانس بھرتا گھر سے باہر نکلا۔ جماعت نکل چکی تھی۔ مگر نماز تو ادا کی جا سکتی تھی نا۔

نماز پڑھ کر وہ مامون الرشید کو ساتھ لیے واپس گھر چلا گیا۔ حالانکہ پھوپھو کھانے کے لیے روکتی رہ گئیں۔ مگر اس کا دماغ بری طرح الجھ رہا تھا۔ یہ انکشاف کہ نور العین شائستہ بھابھی والے مدرسے جاتی رہی ہے' اسے اضطراب میں مبتلا کر رہا تھا۔ شائستہ بھابھی نے اس کی تعریف کی تھی اور ان کے لبوں سے اس کی تعریف سن کر وہ اس کی اچھائی کے بارے میں مشکوک ہو گیا تھا۔

شادی کے دن قریب آرہے تھے' وہ ساری منفی سوچوں کو ذہن سے جھٹک کر شادی کی تیاریوں میں دلچسپی لینے لگا۔

☆ ☆ ☆

وہ مشکوک تو تھا ہی کہ اس کا میٹر گھمانے کو ایک اور واقعہ پیش آگیا۔ تمیزالدین صاحب کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ شادی کے بعد بھولے کا گھر میں رہنا مناسب نہیں۔ انہوں نے بھولے کو اپنے بہنوئی کی دکان پر ملازمت دلوانے کی بھی پیش کش کر ڈالی۔

بھولے کا اور ان کا ساتھ سولہ 'سترہ برس پرانا تھا' جن دنوں مامون الرشید ٹرانسفر ہو کر راولپنڈی گئے تھے۔ سرکاری رہائش گاہ کے ساتھ سرونٹ کوارٹر بھی بنا ہوا تھا۔ بھولے کا والد ان کا چوکیدار بھی تھا' باورچی بھی اور مالی بھی۔ اوپر تلے کے نو بچوں میں بھولا آخری نمبر پر تھا۔ گھر میں ڈھیر سارے بہن بھائیوں میں اسے کوئی اہمیت نہ ملتی۔ وہ اکثر باپ کے ساتھ کوٹھی کے اندر آجاتا۔ عائشہ بیگم کو وہ گول مٹول بھولا بھالا بچہ بہت پیارا لگتا تھا۔ وہ اس سے بہت پیار سے پیش آتیں۔ کھانے کو چیزیں دیتیں۔ اسٹور روم سے ہارون کے پرانے کھلونے اسے نکال کر دے دیتیں۔

بھولا ان سے اتنا مانوس ہو گیا تھا کہ اب وہ دن کا بیشتر وقت ان کے ساتھ گزارتا۔ وقت گزرتا گیا۔ بھولا اب ان کے گھر کا فرد ہی بن گیا تھا۔ جب مختصر علالت کے بعد عائشہ بیگم کا انتقال ہوا تو ہارون کے ساتھ دھاڑیں مار مار کر رونے والا بھولا بھی تھا۔

ریٹائرمنٹ کے بعد مامون الرشید ہارون کے ساتھ اپنے آبائی شہر واپس آنے لگے تو بھولے نے بھی ساتھ آنے کی ضد باندھ لی۔ بیتے برسوں میں عائشہ بیگم اور مامون الرشید نے بھولے کو پڑھانے کی بھی بہت کوشش کی تھی۔ مگر اس کا دماغ پڑھائی میں نہ چلتا تھا۔ ہاں گھر کے کام میں وہ بھاگ بھاگ کر کرتا تھا۔ اس کے ماں' باپ نے بھی مامون الرشید کی منت کی کہ وہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔

''آپ کی صحبت میں رہے گا صاحب جی تو تمیز، تہذیب سیکھ کر انسان کا بچہ بن جائے گا۔ اس کے بڑے بھائیوں کا تو آپ کو حال معلوم ہی ہے۔ ایک کو سگریٹ کی لت لگ چکی ہے تو دوسرے کو چرس کا نشہ۔ مجھے ڈر ہے کہ یہاں رہ کر یہ بھی ان جیسا ہی نہ بن جائے۔ بس اسے دو وقت کی روٹی کھلا دینا جی اور ہمیں کچھ نہیں چاہیے' آپ کا خدمت گار بن کر رہے گا۔'' بھولے کا باپ بہت عاجزی سے مامون الرشید سے مخاطب تھا۔

مامون الرشید کو بھولے سے لاکھ انسیت سہی مگر وہ اسے ساتھ لے کر جاتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔ پرائی اولاد کی ذمہ داری اٹھانا بہت مشکل کام ہے۔ لیکن ہارون نے باپ کو قائل کر لیا تھا۔ ماں کے بغیر گھر میں ویسے ہی وحشت کا راج تھا۔ وہ باپ' بیٹا اپنے خیالوں میں کھوئے رہتے۔ بھولے کے دم سے گھر میں کسی قدر رونق کا احساس ہوتا۔

یہاں آکر اندازہ ہوا کہ بھولے کو ساتھ لانے کا فیصلہ غلط نہ تھا۔ گھر کے کاموں کی ذمہ داری بھولے نے از خود اپنے ذمے لے لی۔ صفائی ستھرائی اور اوپر کے کاموں کے لیے ملازمہ آتی تھی۔ لیکن کچن کا چارج بھولے کے پاس تھا۔ وہ دونوں باپ' بیٹا تو اتنے پھوہڑ تھے کہ انڈا تک فرائی نہ کر سکتے۔ بازاری کھانے کھا کر معدے پر ظلم کرنے سے بہتر تھا کہ بھولے کے ہاتھ کے بنے گھر کے پکے کھانے صبر شکر کر کے کھا لیے جائیں۔

مامون الرشید ہر ماہ ایک معقول رقم بھولے کے باپ کو بھجوا دیتے تھے اور یہاں بھولے کو جس بھی چیز کی ضرورت پڑتی بلا جھجک بڑے صاحب یا ہارون بھائی سے کہہ دیتا۔ وہ مہینے بعد دو چار دن کے لیے ماں باپ سے ملنے چلا جاتا اور ان دو چار دنوں میں ہی گھر کا نظام ٹھپ ہو کر رہ جاتا۔

اور اب تمیزالدین صاحب کی طرف سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ بھولے کو شادی سے پہلے گھر بدر کر دیا جائے۔ ہارون تو یہ مطالبہ سننے کے ساتھ ہی آگ بگولہ

ہوگیا۔

"آپ نے انہیں بتایا نہیں کہ بھولا کوئی ملازم نہیں' اس گھر کا فرد ہے۔ بچپن سے وہ ہمارے ساتھ رہ رہا ہے۔ ہم اسے کیسے گھر سے نکال سکتے ہیں۔" وہ مامون الرشید کے سامنے غصے کا اظہار کررہا تھا۔

"اصل مسئلہ تو یہی ہے ہارون کہ بھولا ملازم نہیں' اس گھر کا حصہ ہے۔ ملازم اپنے کام نپٹا کر اپنے گھروں کا رخ کرتے ہیں۔ بھولا چوبیس گھنٹے یہاں پر رہتا ہے۔ اب بھولا بچہ نہیں رہا۔ ماشاء اللہ بالغ اور سمجھ دار ہے۔ نورالعین پردے دار لڑکی ہے۔ کسی نامحرم کے ساتھ ایک چھت تلے رہنا مناسب نہیں لگتا' دیکھا جائے تو تمیز الدین کا مطالبہ اتنا بھی ناجائز نہیں۔" مامون الرشید رسانیت سے گویا ہوئے تھے۔

"تمیز الدین صاحب اپنی شریعت' اپنے گھر پر نافذ کریں۔ شادی کے بعد نورالعین میری مرضی کے مطابق زندگی گزارے گی۔" وہ تڑخ کر بولا تھا۔ بھولے نے الگ رو رو کر آنکھیں سجالی تھیں۔

"میں نے تو جی ہارون بھائی کی شادی کے متعلق کتنے پروگرام بنائے تھے۔ بھابھی کے چاؤ چونچلے اٹھانے کے لیے اماں جان تو حیات نہیں۔ میں نے سوچا تھا کہ میں اماں جان کی کمی پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ ایک مہینے تک بھابھی جان کو کچن میں گھسنے نہ دیتا۔ مجھے کیا پتا تھا کہ بھابھی جان کو میرا وجود ہی گوارا نہ ہوگا۔" وہ ہارون کے آگے دکھے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے بھولے! یہ آرڈر تمہاری بھابھی کا نہیں' ان کے ابا حضور کا ہے۔ ایک بار شادی ہو لینے دو' پھر دیکھتا ہوں کہ کون ہم پر اپنی مرضی مسلط کرسکے گا۔"

"تو شادی کے بعد آپ مجھے واپس بلالیں گے نا ہارون بھائی۔" بھولے کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"کیوں نہیں بھولے... یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔" اس نے بھولے کو تسلی دی تھی۔

بھولا خوش ہوکر دوبارہ سے شادی کی تیاریوں میں مگن ہوگیا۔ ہارون کے یار دوست بھی شادی کو بھرپور طریقے سے انجوائے کرنا چاہتے تھے۔ دلہن والوں کے ہاں مہندی لے جانے کے لیے وہ ایک جیسے کرتا شلوار پہننے کا پروگرام بنائے بیٹھے تھے۔

"تمہارے دوستوں نے جو ہلا گلا کرنا ہے یہاں ہمارے گھر آکر کریں۔ دولہن والوں کے گھر جاکر ہلڑ بازی کرنے کا کیا تک بنتا ہے بھلا۔ تمہیں تو جیسے تمیز الدین کے گھر کے ماحول کا اندازہ نہیں؟" مامون الرشید نے ہارون کی خواہش جان کر اچنبھے کا اظہار کیا۔

"ابا جان! میرے دوست کوئی انوکھی بات تو نہیں کررہے۔ شادیوں کا یہی دستور ہوتا ہے۔ میں انہیں منع کروں گا تو مذاق اڑائیں گے میرا۔"

"مذاق اڑائیں گے تو اڑالیں۔ ایسے نامعقول لڑکوں سے دوستی کرہی کیوں رکھی ہے۔ اسلام بے شک خوشی منانے سے نہیں روکتا بیٹے! لیکن خوشی کے نام پر خرافات کی اجازت نہ میں دوں گا' نہ تمیز الدین۔" مامون الرشید بے لچک لہجے میں بولے تھے۔

ہارون دل مسوس کر رہ گیا۔ اسے یہ شادی اپنا جذباتی اور احمقانہ فیصلہ لگنے لگی تھی۔ کاش وہ تمیز الدین صاحب کی بیٹی کو دیکھنے کی فرمائش نہ کرتا تو شادی سے انکار کے اپنے فیصلے پر قائم رہتا۔ نورالعین کی ایک جھلک پر دل ہار بیٹھا' مگر کیا وہ اس لڑکی کو اپنی پسند کے سانچے میں ڈھال لے گا۔ بڑا سا سوالیہ نشان اس کی آنکھوں کے سامنے چکراتا پھرتا۔

پھر آخر وہ دن بھی آگیا جب وہ نورالعین کو اپنے سنگ رخصت کرواکر لے آیا۔ سہاگ رات وہ نورالعین کا حسن دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ اسے لگا کہ اس کی کسی نیکی کے انعام کے طور پر اللہ نے اسے کوئی حور عطا کردی ہے۔ لیکن اس کے حسن کے قصیدے پڑھنے سے پہلے اس نے نورالعین کو یہ باور کروانا ضروری سمجھا تھا کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں شوہر کی پسند' ناپسند اور رائے کو ترجیح دے گی۔

"ان شاء اللہ آپ کو کسی معاملے میں مجھ سے کوئی

شکایت نہ ہوگی۔" نورالعین نے شرگیں مسکراہٹ کے ساتھ یقین دلایا تھا۔

"ان شاء اللہ۔" اس نے بھی سرہلایا۔ پھر دوبارہ بیوی کے حسین مکھڑے پر نگاہ ڈالی۔ ان شاء اللہ سے ماشاء اللہ کا مرحلہ طے ہوگیا تھا اور اگلے دن جب بڑی پھوپھو نے پیار بھری شرارت سے دلہن کے بارے میں اس کی رائے جانتے ہوئے پوچھا تھا۔

"خوش تو ہو نا بیٹے!"

"الحمد اللہ پھوپھو بہت خوش۔" اس نے طمانیت بھرے لہجے میں اعتراف کیا تھا۔

✡ ✡ ✡

"کیسی لگ رہی ہوں۔" نورالعین میک اپ کو فائنل ٹچ دے کے پیچھے مڑی تھی۔ وہ تو پہلے ہی ڈریسنگ ٹیبل میں اس کے عکس کو مبہوت ہو کر دیکھ رہا تھا۔ سوال سن کر مسکرادیا۔

"اتنی خوب صورت لگ رہی ہو کہ اگر میں شاعر ہوتا تو فوراً" اک غزل کہہ ڈالتا۔" نورالعین جھینپ کر ہنس پڑی تھی۔

"چلیں' آپ ابا جان کو بتادیں کہ ہم جارہے ہیں۔ میں اتنے اپنا عبایا پہنتی ہوں۔"

آج نورالعین کے ماموں کے ہاں ان کی شادی کے اعزاز میں دعوت تھی۔ اس نے ہارون کی فرمائش پر نیوی بلیو کامدانی سوٹ پہنا تھا اور تیار ہو کر وہ اتنی دمک رہی تھی کہ ہارون کو اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹانا مشکل ہو رہا تھا۔

"ابا جان کو تو میں بتاکر آتا ہوں' لیکن عبایا مت پہنو۔ اس سوٹ کا دوپٹا اتنا چھوٹا تو نہیں۔ دوپٹا ہی اچھی طرح اوڑھ لو۔"

ہارون نے فرمائش کی تھی۔ اس کے لاشعور میں یہ خواہش دبی تھی کہ اس کی بے پناہ حسین بیوی ماڈرن بھی لگے اور جانے کیوں برقع یا عبایا ہارون کے ماڈرن ازم کے تصور پر پورا نہ اترتا۔ نورالعین شوہر کی فرمائش پر چپ سی ہوگئی تھی۔

"کیا ہوا ہے' میں نے کوئی انوکھی بات کردی ہے کیا؟" ہارون ذرا خفا ہوتے ہوئے بولا۔ وہ اس بار بھی خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار نمایاں تھے۔

"میں شوہر ہوں تمہارا۔ میری مرضی کو تمہیں فوقیت دینی چاہیے۔ یہ بات میں تمہیں پہلے ہی باور کرواچکا ہوں۔"

ہارون یکلخت سنجیدہ ہوگیا تھا۔ بات اگرچہ معمولی تھی' لیکن وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ نورالعین اس کی کہی بات کو کتنی اہمیت دیتی ہے۔ اس کا لائف اسٹائل ہارون کی خواہش کے مطابق ہونا چاہیے تھا۔ اگر شادی کے شروع میں ہی وہ نورالعین کو یہ باور نہ کرواسکا تو آئندہ ایسا کرنا اور مشکل ہو جاتا۔

"کیا ہوا' کس سوچ میں پڑ گئیں۔" ہارون نے اسے خفگی بھرے انداز میں مخاطب کیا۔

"ارے نہیں ہارون! کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔ ظاہر ہے میرے لیے آپ کی پسند مقدم ہے۔ میں نہیں پہنتی عبایا۔" نورالعین مسکرائی تھی۔ ہارون اپنے خشک رویے پر دل میں شرمندہ سا ہوا۔ کتنی آسانی سے تو وہ مان گئی تھی۔

"اچھا۔۔۔ میں ذرا ابا جان سے ایک بار پھر پوچھ لوں۔ ویسے تو انہوں نے کھانے کا منع کردیا تھا کہ بھوک نہیں ہے۔ اگر کہیں گے تو میں اوون میں انہیں چاول گرم کرکے دے دوں گی۔ بس دو منٹ لگیں گے آپ اتنے جرابیں' جوتے پہنیں۔" وہ جلدی سے کمرے سے باہر گئی اور ایک منٹ بعد ہی واپس آگئی۔

"کہہ رہے ہیں' بھوک نہیں ہے۔" اس نے ہارون کو بتایا۔

"ہاں ابا جان رات کو کم ہی کھانا کھاتے ہیں۔ دودھ لے لیں گے۔" ہارون جوتوں کے تسمے باندھتے ہوئے بولا۔ نورالعین نے سرہلا دیا۔ سلیقے سے دوپٹا اوڑھ کر ہاتھ میں ہینڈ بیگ لیے وہ جانے کو بالکل تیار تھی۔

"آؤ جاتے جاتے ابا جان کو اللہ حافظ کہہ لیں۔" ہارون اسے ساتھ لیے پھر مامون الرشید کے کمرے میں

پہنچیا۔

"اچھا ابا جان! چلتے ہیں۔ رات کو دیر ہو سکتی ہے۔ آپ سکون سے سو جائیے گا' میں چابی لے کر جا رہا ہوں۔" ہارون نے انہیں مخاطب کیا۔ وہ کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے۔ ہارون کی بات سن کر سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور گردن ہلا دی۔

"بہو! تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔ بیٹے وقت کی پابندی سیکھو۔ کتنا ٹائم ہو گیا ہے۔ میزبانوں کو زیادہ انتظار کروانا مناسب نہیں ہوتا۔" مامون الرشید نے بیٹے کے پیچھے کھڑی بہو کو دیکھا تو ٹوکے بنا نہ رہ پائے۔

"تیار تو ہوں ابا جان!" نور العین نے حیرانی سے سسر کو دیکھا۔ جانے اس کی تیاری میں انہیں کون سی کسر نظر آئی تھی۔ ہارون نے بھی گردن موڑ کر حیران پریشان بیوی کو دیکھا۔

"ابھی تم مجھ سے کھانے کا پوچھنے آئیں۔ اب ہارون کے ساتھ پھر چلی آئیں۔ دیر کیوں کرتی ہو۔ جا کر اپنا برقعہ وغیرہ پہنو۔" مامون الرشید کے کہنے پر نور العین نے پریشان ہو کر ہارون کو دیکھا۔ وہ بھی قدرے سٹپٹا گیا تھا۔

"رات کا ٹائم ہے ابا جان! اندھیرے میں کہاں کسی کو اتنا نظر آئے گا۔ میں نے سوچا آج گاؤن نہیں لیتی۔" نور العین نے فراخ دلی سے گاؤن نہ لینے کا قصور اپنے کھاتے میں ڈالا۔

"لاحول ولا قوة' میری بہو بے پردہ ہو کر گھر سے نکلے گی۔ بڑی بُرامت ماننا ہارون کی مرحومہ ماں بڑھاپے کے عالم میں بھی پردہ کرتی تھی۔ میں تو تمہیں برقعہ لیتے دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ کیا خبر تھی کہ تم بھی برقعے کو فیشن ایبل ہونے کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہو۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ اتنا ہار سنگھار کر کے میں تمہیں بغیر پردے کے گھر سے نکلنے دوں گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اپنے میاں کو تو تم نے جیسے تیسے منالیا' لیکن جب تک تمہارا بڈھا سسر زندہ ہے تمہیں برقعے کے بغیر گھر سے نکلنے کی ہرگز اجازت نہیں۔" مامون الرشید کو اچھا خاصا غصہ آگیا تھا۔

شادی کے بعد نور العین نے پہلی بار ان کا یہ روپ دیکھا تھا۔ ہارون بھی ان کے غصے سے خائف ہو گیا تھا' سو الزام اپنے سر لینے کے بجائے چُپ کا کھڑا رہا۔

"آپ ناراض نہ ہوں ابا جان! میں عبایا لے لیتی ہوں۔" نور العین مرے مرے لہجے میں بولی تھی۔

"تم برقعہ پہن کر آؤ۔ میں بائیک نکالتا ہوں۔" ہارون اس سے نگاہیں چراتا کمرے سے نکلا تھا' نور العین بھی اس کے پیچھے باہر نکلنے لگی۔ وہ ذرا آگے گیا تو نور العین نے پلٹ کر سسر کو دیکھا۔

"تھینک یو ابا جان!" اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ممنونیت کا اظہار کیا۔ مامون الرشید مسکرا دیے تھے۔

"جاؤ' اب دیر نہ کرو۔" انہوں نے پیار سے کہا۔ وہ سر ہلاتی تیزی سے آگے بڑھی۔

"کیا کمال کے ایکٹر ہیں ابا جان۔" اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ یہی سوچ رہی تھی اور اپنے بیڈ پر نیم دراز ابا جان کے بہو بیگم کے متعلق عین یہی خیالات تھے۔

اگلے دن ہارون کے آفس جانے کے بعد سُسر بہو نے ہنستے ہوئے یہ واقعہ پھر دہرایا تھا اور دونوں ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

نور العین نے گھر کی ذمہ داریاں بطریق احسن اٹھالی تھیں۔ وہ نہ صرف اچھی بیوی تھی بلکہ بہت اچھی بہو بھی تھی۔

مامون الرشید کے کھانے پینے' وقت پر دوا دینے کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ فارغ وقت میں انہیں بھرپور کمپنی بھی دیتی تھی۔ ان کے ساتھ ٹاک شوز دیکھتی' کچھ ان کے تبصرے سنتی' کچھ اپنے تبصرے انہیں سناتی۔ ان کے ماضی کے قصے بہت ذوق و شوق سے سنتی۔ ہارون کی مرحومہ والدہ کی باتیں' ملازمت کے دوران مامون الرشید کی اصول پسندی کے قصے۔ ہارون کے بچپن کی شرارتیں۔ وہ بار بار بھی یہ باتیں سن

کمزور نہ ہوتی۔

"تم واقعی اباجان کی باتیں سن کر بور نہیں ہوتیں۔ ان کے پاس یہی چند پرانے قصے ہیں۔ مجھے تو یہ سب باتیں ازبر ہو گئیں۔" ہارون اس کے ریشمی بالوں کی لٹ انگلی پر لپیٹتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"بات میرے بور ہونے کی نہیں ہے ہارون! بات اباجان کی بوریت دور کرنے کی ہے۔ جوانی میں انسان کے پاس کرنے کو بہت کچھ ہوتا ہے' بڑھاپے میں کچھ کرنے کو نیا نہیں ہوتا انسان صرف بیتی باتوں اور یادوں کو تازہ کر سکتا ہے۔ اس ناسٹلجیا کا کسی کے پاس کوئی علاج نہیں' ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ اپنی بھاگتی دوڑتی زندگی میں سے چند لمحے نکال کر ان کے ساتھ ان کے ماضی میں جھانک لیں اور سچ پوچھیں تو میں واقعی بور نہیں ہوتی۔ جب آپ ایک اچھی کتاب بار بار پڑھ سکتے ہیں تو پھر آپ بیتی سے کیوں لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔"

وہ بول رہی تھی اور ہارون اس کے ملائم لہجے میں کی جانے والی باتوں کو سن کر مسحور ہو رہا تھا۔

"بولتی رہو۔ کتنا خوب صورت بولتی ہو تم۔ تمہاری آواز سن کر میرے دل میں گھنٹیاں سی بجنے لگتی ہیں۔"

"شاعر بننے کی ضرورت نہیں ہارون' اچھا بیٹا بھی بننے کی کوشش کریں۔" وہ ذرا سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"اباجان کو ٹائم دیا کریں۔ آپ ان کی اکلوتی اولاد ہیں۔ آپ کو دیکھ کر ان کی آنکھیں محبت سے چمکنے لگتی ہیں اور آپ کے پاس ان کے لیے دو گھڑی کی فرصت نہیں ہوتی۔ صبح سے شام تک انسان کتابیں پڑھ کر وقت نہیں گزار سکتا۔ انہیں آپ کی کمپنی بھی چاہیے۔"

نورالعین اسے سب سے پہلے "اچھے بیٹے" کے روپ میں دیکھنے کی خواہش مند تھی۔ بہت پیار اور رسانیت سے وہ اسے اس کی لاپروائی اور کوتاہی کا احساس دلا رہی تھی۔

"جو حکم جناب کا' صحیح کہتی ہو۔ میں اباجان کو ٹھیک سے وقت نہیں دے پاتا۔ آئندہ انہیں کمپنی دینے کی بھرپور کوشش کروں گا۔" ہارون نے اپنی غلطی بخوشی تسلیم کرتے ہوئے اس کی درستی کا یقین بھی دلا دیا۔

"گڈ بوائے۔" نورالعین نے شرارت سے شوہر کو چھیڑا۔

"تم مجھے ہر پل حیران کرتی ہو۔ میں سوچتا تھا کہ تم ایک شرمائی لجائی' سمٹی سمٹائی بہت دقیانوسی قسم کی لڑکی ہو گی جس کو بدلنے میں مجھے بہت محنت درکار ہو گی۔ مجھے صرف تمہاری خوب صورتی نے متاثر کیا تھا' لیکن یار تم تو ایک "کمپلیٹ پیکیج" ہو۔" ہارون نے محبت بھری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی اور اسے "شرمائی لجائی" لڑکی بننے میں فقط دو سیکنڈ لگے تھے۔

وہ محبت سے اس کے چہرے پر پھیلتے حیا کے رنگوں کو دیکھنے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج سنڈے تھا آفس کا آف۔ وہ بھرپور نیند لے کر بیدار ہوا۔ نورالعین کچن میں اسپیشل قسم کا ناشتا بنانے میں مصروف تھی۔ وہ فریش ہو کر مامون الرشید کے پاس لاؤنج میں آ گیا۔ وہ اخبار پڑھ رہے تھے۔ وہ ان سے اخبار کا ایک صفحہ لے کر خبریں ڈسکس کرنے لگا۔ ملازمہ باہر صحن کا فرش دھو رہی تھی۔ نورالعین نے شادی کے بعد ایک بار ملازمہ ہٹانے کی بات کی تھی' لیکن مامون الرشید نہ مانے۔

"جمیلہ بیوہ عورت ہے۔ کئی برسوں سے کام کر رہی ہے۔ اسے بے روزگار کرنے کا فائدہ۔ بھلی عورت ہے۔ تمہارے ساتھ اور کام بھی نمٹا لیا کرے گی۔ تم اکیلی جان کیا کچھ دیکھو گی۔ ہارون کی ماں ہوتی تو اور بات تھی وہ تو اب تک تمہیں بستر سے پاؤں نیچے نہ اتارنے دیتی۔"

"ہاں تو خیر سے جب دو چار مہینوں بعد تم "خوش خبری" سناؤ گی تب تم سے جھاڑو پونچھا تھوڑی ہو سکے

"ابا جان! آج آپ کے لیے ہلکا سا آئل لگا کر پراٹھا ہی نہ بنادوں۔ کبھی کبھار کی بدپرہیزی تو چلتی ہے نا!" نورالعین مامون الرشید سے مخاطب تھی۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی وہ واپس کچن میں چلی گئی اتنے میں ہی دروازے کی بیل بجی تھی۔ جمیلہ جھاڑو رکھ کر دروازے پر گئی واپس آئی تو چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"باہر جی کوئی عبدالباسط صاحب آئے ہیں۔" اس نے لاؤنج میں آکر بتایا۔

"عبدالباسط کون صاحب ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں کس سے ملنا ہے۔" ہارون حیران ہوتے ہوئے گیٹ پر گیا تھا۔

"السلام علیکم ہارون بھائی!" باہر صاف ستھرے کپڑوں میں کسلیقے سے بال بنائے بھولا کھڑا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" ہارون نے پرتپاک انداز میں سلام کا جواب دیتے ہوئے اسے گلے سے لگایا تھا۔

"جمیلہ بی بی تو کہہ رہی تھیں۔ کوئی عبدالباسط صاحب۔" ہارون کو اچانک یاد آیا تو گردوپیش میں ایک متلاشی نگاہ ڈالی پھر جیسے ذہن میں جھماکا سا ہوا دوبارہ بھولے کو دیکھا جھینپی ہوئی مسکراہٹ بھولے کے لبوں پر موجود تھی۔

"میرے ابا نے میرا نام عبدالباسط ہی رکھا تھا ہارون بھائی۔ امتیاز صاحب نے دکان پر مجھے بھولا نام بتانے سے منع کردیا۔ کہتے ہیں اتنا خوب صورت نام ہے عبدالباسط۔ بھولے نام سے تو پرسنیلٹی ہی ڈاؤن ہوجاتی ہے۔" بھولے نے جھینپتے ہوئے بتایا تھا۔

"اچھا جی۔ آئیں آئیں عبدالباسط صاحب۔" ہارون مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آیا۔

"دیکھیں ابا جان! عبدالباسط صاحب ہمیں شرف ملاقات بخشنے آئے ہیں۔" وہ لاؤنج میں آکر چہکا۔

"ہارون بھائی نے تو جی مذاق ہی بنالیا۔" بھولے نے مسکراتے ہوئے مامون صاحب کو سلام کیا تھا۔ انہوں نے اٹھ کر اسے پرشفقت انداز میں گلے سے لگالیا۔

"پھر عبدالباسط صاحب گھر واپس تشریف کب لارہے ہیں۔ ہم آپ کی واپسی کے شدت سے منتظر ہیں؟"

ہارون نے شگفتگی سے اسے مخاطب کیا۔ شادی ہوچکی تھی اور اب بھولے کو گھر میں نہ رکھنے کے کسی دباؤ کو وہ قبول کرنے پر تیار نہ تھا۔ مامون صاحب ہارون کی بات سن کر قدرے پریشان ہوئے تھے۔ جانے بھولا ہارون کی بات کا کیا جواب دیتا ہے' لیکن بھولے کے چہرے پر مطمئن سی مسکراہٹ پھیلی۔

"ہارون بھائی! اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے جی۔ شروع شروع میں تو میں بہت اپ سیٹ تھا جی۔ آپ لوگ بھی بہت یاد آتے تھے اور گھر بھی' لیکن آہستہ آہستہ دل لگ ہی گیا۔ امتیاز صاحب اچھی سیلری دیتے ہیں۔ دکان پر درجن بھر ملازم ہیں اور میں ان سب کا سپروائزر ہوں جی۔" بھولے نے فخریہ انداز میں آگاہ کیا۔

"تمہاری انگلش بہت اچھی ہوگئی ہے بھولے! نہ صرف انگلش بلکہ پرسنیلٹی بھی۔" ہارون نے شرارتی انداز میں اسے چھیڑا۔

"ہاں ہارون بھائی! میں اپنے گھر گیا تو گھر والے بھی حیران ہوگئے۔" بھولے نے خوش ہو کر بتایا۔ مامون الرشید اور ہارون مسکرادیے۔

"یہاں تو جی آپ لوگوں پر بوجھ تھا اور ساری عمر بوجھ ہی بن کر رہتا تھا۔ ایک وقت سالن اور دو وقت روٹی پکانا بھی کوئی کام تھا جی۔ بڑے صاحب اتنے معمولی کام کی ڈھیر ساری اجرت بے بے کو بھجوادیتے تھے۔ اب کام کرکے پیسے ملتے ہیں تو لگتا ہے محنت کی کمائی ہے۔ بے بے تو اب میرا رشتہ بھی ڈھونڈ رہی ہے۔" بھولے نے آخر میں شرماتے ہوئے آگاہ کیا۔

"پہلی بات تو یہ ہے بھولے بیٹے! کہ تم ہم پر بوجھ نہیں تھے یہ فضول بات آئندہ زبان پر مت لانا' لیکن یہ سچ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے تمہارا کوئی مستقبل نہ تھا۔ اللہ آئندہ زندگی میں تمہارے لیے اور ترقی کی راہیں کھولے۔ دکان پر کام کا تجربہ حاصل کرلو۔

تھوڑے بہت پیسے جوڑلو کچھ حصہ ہم ڈال دیں گے اور تمہیں چھوٹی موٹی کوئی دکان ہی کروا دیں گے۔"

مامون الرشید نے اسے محبت سے مخاطب کیا۔

ہارون نے مسکراتے ہوئے کچن کا رخ کیا۔

"بھولا آیا ہے۔ اس کے لیے بھی زبردست سا ناشتا بناؤ۔" اس نے نورالعین کو مخاطب کیا۔

"کیوں نہیں اور بھولے سے کیوں، یہ اب بھی اس کا گھر ہے۔ ہر ویک اینڈ پر کھانا یہاں کھایا کرے۔" نورالعین نے کہا تھا۔ ہارون نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☼ ☼ ☼

ہارون کے دوست واصف کی منگنی کا فنکشن تھا۔ واصف کی فیملی خاصی ایڈوانس تھی۔ چچا کی بیٹی سے منگنی ہو رہی تھی۔ سب دوستوں کے ساتھ اس نے ہارون کو بھی اس کی بیگم کے ساتھ انوائٹ کیا تھا۔

"مکس گیدرنگ ہوگی نورالعین وہاں جاکر کیا کرے گی۔ ویسے بھی آج میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ ہر پندرہ منٹ بعد مجھے چائے کی طلب ہو رہی ہے۔ بہو خدمت کے لیے لایا ہوں یا کسی ایرے غیرے کی منگنی کا فنکشن اٹینڈ کروانے کے لیے۔" ہارون نے ڈرتے ڈرتے باپ سے نورالعین کو اپنے ہمراہ لے جانے کے متعلق پوچھا تھا۔ مگر انہوں نے فوراً" ہی صاف جواب دے دیا تھا۔

"اباجان کو کیسے پتا چلا کہ مکس گیدرنگ ہوگی۔ میں نے تو ذکر بھی نہیں کیا تھا۔" ہارون نے نورالعین کے سامنے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔ وہ قدرے سٹپٹائی تھی مگر اگلے ہی پل کندھے اچکا کر بے نیازی سے جواب دیا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ اباجان نے اندازہ لگایا ہوگا آج کل کا دستور بھی تو یہی ہے۔"

"ہاں دستور تو یہی ہے، لیکن اباجان جانے کیوں میری خواہش پوری نہیں ہونے دیتے میرا دل کرتا ہے کہ میں جہاں بھی جاؤں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں۔ ایسی حسین بیوی ہے میری۔ لوگ جانے کیا سوچتے ہوں گے کہ میں تمہیں کیوں دنیا کے سامنے لاتے ہوئے ہچکچاتا ہوں۔" ہارون آج سخت بدمزہ ہو رہا تھا۔

"میرا حسن، میرا بار سنگھار صرف آپ کے لیے ہے ہارون! دنیا جو مرضی سوچے مجھے اس کی پروا نہیں اور آپ کو بھی نہیں ہونی چاہیے۔" نورالعین نے آج قدرے سنجیدگی سے اسے باور کروانا چاہا تھا۔

"یار وائف! آج کل ہر کوئی لائف میں ماڈرن سی بیوی کا ساتھ چاہتا ہے۔ تم کسی سے کم تو نہیں جو میں تمہیں سب سے چھپا کر رکھوں۔"

ہارون اس کا نقطہ نظر سمجھ ہی نہ پایا تھا۔ نورالعین ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ ہارون کی کسی بات کی مخالفت کرنا اسے غصہ دلانے کے مترادف ہوتا ہے۔ وہ اس کی نفسیات سمجھ چکی تھی۔ اس لیے بحث کے بجائے چپ رہنے کو ترجیح دیتی تھی ویسے بھی اپنی بات منوانے کے لیے شفیق سے سسر کا کندھا تو میسر تھا ہی۔

جو بات وہ ہارون سے خود نہ کہہ سکتی مامون الرشید سے کہہ دیتی اور اس کی خواہش کے مطابق وہ ہارون کی کسی بھی الٹی سیدھی فرمائش کو رد کرتے ہوئے اس کی طبیعت ہی صاف کر دیتے۔ ہارون بیوی کے سامنے مزید "عزت افزائی" کے ڈر سے بحث کو طول ہی نہ دیتا۔

☼ ☼ ☼

دل مسوس کر اکیلا ہی واصف کی منگنی میں چلا آیا تھا۔

"بھابھی کو کیوں نہیں لایا۔" ہر کسی نے چھوٹتے ہی یہ سوال پوچھا تھا۔

"اس کی طبیعت کچھ صحیح نہیں تھی۔" ہارون ہر کسی کو شرمندہ شرمندہ سی وضاحت دیتا رہا۔ منگنی کا فنکشن بہت دھوم دھام سے ہوا تھا۔ واصف اور اس کی منگیتر نے ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنائیں تو نوجوان نسل نے 'ہاؤ' ہو کرتے ہوئے آسمان سر پر اٹھا

لیا۔
خوب تالیاں بجیں۔ گہما گہمی، رونق اور ہنگامہ تھا۔ دولہن کی کزنز، اس کی سہیلیاں اپنے حسن کی بجلیاں مہمانوں پر گراتی ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرتیں خوب قہقہے لگاتی پھر رہی تھیں۔ لڑکے بھی خوب شغل لگا رہے تھے، لیکن جانے کیوں ہارون کو اس ہنگامے سے الجھن سی محسوس ہو رہی تھی۔
"یار واصف کی تو لاٹری نکل آئی۔ کیسی حسین منگیتر ہے اس کی، خود تو ویسٹ انڈیز کا کھلاڑی لگتا ہے۔" خاور نے اسے اور نجیب کو مخاطب کیا۔
"اچھا بس بھئی اپنے یار کو ویسٹ انڈین تو نہ کہہ۔" نجیب ہنسا تھا۔
"چل ویسٹ انڈین نہ سہی بنگالی سہی، مگر منگیتر دیکھ کیا گوری رنگت ہے۔ پہلوئے حور میں لنگور والی کہاوت فٹ ہو رہی ہے۔" خاور نے واصف کا مذاق اڑایا تھا۔
"ارے بھائی میرے، یہ سب بیوٹی پارلر کے میک اپ کا کمال ہے، ورنہ بھابھی واصف کی فرسٹ کزن ہیں۔ رنگ روپ میں اتنا فرق نہیں ہو گا۔" نجیب نے ماہرانہ رائے دی۔ ہارون چپ چاپ دوستوں کے تبصرے سن رہا تھا۔
"چل رنگ روپ کو چھوڑ، مگر واصف موٹو کے مقابلے میں بھابھی جان کیسی سلم اور اسمارٹ ہیں۔ ایسے ہی تو چاچے کی بیٹی سے منگنی پر راضی نہیں ہوا ہمارا یار۔ دیکھ ذرا کیسی باچھیں کھل رہی ہیں جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔" خاور ہنسا تھا۔
ناگواری کی شدید لہر نے ہارون کو اپنی لپیٹ میں لے لیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ نجیب کوئی بہت زیادہ "نظرباز" قسم کا بندہ نہیں ہے۔ کمنٹس پاس کرنا اس کی عادت ہے، شاید ماحول کا اثر تھا کہ وہ کچھ زیادہ شوخ ہو رہا تھا ابھی واصف اور اس کی منگیتر کے پاس جا کر مبارک باد دیتا تو بہت شائستگی اور ادب سے دوست کی منگیتر کو مخاطب کرتا، لیکن پھر بھی واصف کی غیر موجودگی میں اس نے اس کی منگیتر کی شکل و صورت، رنگ، روپ حتیٰ کہ سراپے پر بھی اظہار خیال کیا تھا۔ مرد جتنا مرضی شریف ہو۔ نگاہ پر کنٹرول کرنا اس کے لیے خاصا مشکل ہوتا ہے اور بے تکلف دوستوں کے سامنے تو زبان بھی آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتی ہے۔
ہارون نے دل ہی دل میں شکر کیا تھا کہ وہ مامون الرشید کی بات مان کر نور العین کو اپنے ساتھ نہیں لایا اور جب واصف کی امی کو وہ تینوں دوست مبارکباد دینے گئے تو انہوں نے بھی اس سے پوچھا تھا کہ وہ اپنی نئی نویلی دولہن کو آج کے فنکشن میں کیوں لے کر نہیں آیا۔
"میں پھر کسی دن نور کو آپ سے ملوانے لے آؤں گا آنٹی۔ بات دراصل یہ ہے کہ نور العین پردہ کرتی ہے۔ اس لیے میں نے آج کی گیدرنگ میں اسے ساتھ لانا مناسب خیال نہیں کیا۔"
ہارون نے بہت اعتماد سے، شرمندہ ہوئے بغیر بیوی کو ساتھ نہ لانے کی وجہ بتا دی تھی۔

☼ ☼ ☼

نور العین جائے نماز پر قبلہ رخ بیٹھے، آنکھیں موندے، دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے، بہت جذب سے دعا مانگنے میں مصروف تھی۔ ہارون جو لیپ ٹاپ کھولے آفس کے کسی کام میں مصروف تھا کام بھول بھال کر کتنی دیر سے بیوی کی موہنی صورت کو تکے جا رہا تھا۔
"اتنی دیر سے کیا دعائیں مانگی جا رہی ہیں جناب۔ کبھی شوہر نامدار کے لیے بھی کوئی دعا کر لیا کریں۔" اس نے اسے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔
نور العین نے آنکھیں کھولیں۔ مسکرا کر اسے دیکھا دعا کا اختتام کرتے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرا، پھر جائے نماز تہہ کرتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر آ بیٹھی۔
"اگر میں کہوں کہ اس وقت میں آپ کے لیے ہی کچھ مانگ رہی تھی تو؟" اس نے کہا۔
"مثلاً" کیا؟" ہارون نے اشتیاق سے پوچھا۔
نور العین نے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن ہلا دی۔

"نہیں بتاؤں گی۔"

"واقعی نہیں بتاؤ گی؟" ہارون نے مصنوعی انداز میں دھمکایا۔

"آپ جانتے ہیں ہارون! مجھے چند ہی دنوں میں آپ سے کتنا پیار ہو گیا ہے۔" نور العین نے اس کا سوال نظرانداز کرتے ہوئے اپنی بات کی۔

ہارون مسکرا دیا۔ اس کی بیوی اظہار کے معاملے میں کنجوس نہ تھی۔ عورت ہونے کے باوجود وہ برملا ہارون سے اپنی محبت کا اقرار کر لیتی تھی اور اس کا یہ اقرار ہارون کے اندر طمانیت بھر دیتا' جواباً" ہارون کے پیار کے اظہار میں بھی مزید شدت اور وارفتگی آجاتی۔

"جس سے پیار ہوتا ہے نا ہارون! انسان ان کے لیے بہت حساس ہو جاتا ہے وہ اپنے محبوب کے لیے ہر بھلائی چاہتا ہے۔"

"تو یہی تو پوچھ رہا ہوں محترمہ! میرے لیے کون سی بھلائی مانگی ہے۔" ہارون نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"میں نے خدانخواستہ آپ کے اندر کوئی خامی نہیں دیکھی ہارون! میں تو خود اللہ کی بہت گناہ گار بندی ہوں۔ نماز کے لیے کھڑی ہوتی ہوں تو کبھی دھیان ہانڈی چولہے میں لگا ہوتا ہے تو کبھی ذہنی رو کہیں اور بھٹک جاتی ہے۔ ایک دوبار گھر میں آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کا نماز میں انہماک دیکھ کر مجھے آپ پر رشک آگیا' لیکن شاید میری ہی نظر لگ گئی جو اس دن کے بعد آپ نے ایک نماز نہیں پڑھی۔" نور العین نے اس کی نماز نہ پڑھنے کا قصور فراخدلی سے اپنے کھاتے میں درج کر لیا۔

"یار! تم یاد دلا دیا کرو نا۔ میں ادھر ادھر کے کاموں میں لگ کر نماز پڑھنا بھول جاتا ہوں۔" ہارون قدرے شرمندہ ہوا تھا۔

"میں ابھی اللہ سے یہی دعا مانگ رہی تھی کہ ہم دونوں میاں بیوی کے دل میں دین کی سچی لگن پیدا ہو۔ شوہر اور بیوی میں آپس کی محبت بھی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ باقی نعمتوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ عاجزی بھرا شکرانہ ہم پر واجب ہے۔ ہارون اور نماز سے زیادہ اچھا طریقہ کیا ہو سکتا ہے اپنی عاجزی کے اظہار کا اور اس کی نعمتوں کے اقرار کا۔"

"درست کہتی ہو۔ اللہ نے تو مجھے دنیا میں ہی ایک حور عطا کر دی ہے اور وہ حور اتنی نیک پروین ہے کہ اس کا جنت میں داخلہ بالکل پکا ہے۔" ہارون لیپ ٹاپ ایک طرف کرتے ہوئے اٹھا تھا۔

"کہاں چلے؟" اسے بیڈ سے اترتا دیکھ کر نور العین نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے دوسری دنیا میں بھی اسی حور کا ساتھ درکار ہے۔ وضو کرنے جا رہا ہوں۔ کہیں یہ نہ ہو کہ اوپر جا کر ادھر تم ادھر ہم والی صورت حال درپیش ہو۔ جنت میں اکٹھے چلیں گے یار۔ تم دعائیں مانگتی رہنا' ان شاء اللہ میں بھی صراط مستقیم پر آہی جاؤں گا۔"

ہارون ہنستے ہوئے واش روم میں گھس گیا۔ نور العین کے لبوں پر بھی پیاری سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ بار بار کی جانے والی نصیحت نہ صرف اپنا اثر کھو دیتی ہے' بلکہ انسان کو کسی حد تک بے زار بھی کر دیتی ہے۔ وہ غیر محسوس طریقے سے ہارون کو اپنی لائن پر لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کھانے میں کتنی دیر ہے نور! خوشبو ایسی اچھی آرہی ہے کہ بھوک چمک اٹھی ہے۔" وہ کچن میں آکر پتیلی کا ڈھکن اٹھا کر جھانکا۔

"بس پانچ منٹ ہارون! رائتہ' سلاد بنا کر دسترخوان لگاتی ہوں۔ آپ اتنے میں مغرب کی نماز پڑھ کر مسجد سے گھر آئیں گے' کھانا بالکل ریڈی ہو گا۔"

وہ مصروف سے انداز میں جواب دیتی جیسے باجماعت نماز پڑھنا ہارون کا معمول ہی تو ہو۔ ہارون بھی سنی ان سنی کر دیتا' تو کبھی واقعی نماز پڑھنے چلا ہی جاتا۔ آہستہ آہستہ اس کی کوششیں اور دعائیں رنگ لاتی ہی گئیں۔ ہارون کا دین کی طرف رجحان بڑھنے لگا تھا۔ ہاں فجر کے لیے اسے جگانا اب بھی بڑا مسئلہ تھا۔

"ہارون آپ بہت ویٹ گین کر رہے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ چھوٹی موٹی توند ہی نکل آئے۔ کل سے میں آپ کو صبح جاگنگ کے لیے جگاؤں گی۔" فجر کے لیے وہ جو کس

بھرے انداز میں جگا کر اس کی بربڑنہ سن سکتی تھی۔ ہاں وزن بڑھنے سے روکنے کے لیے تو بیوی ہونے کا خصوصی حق استعمال کر سکتی تھی اور جب بندہ جاگ ہی جائے تو دو سنت اور دو فرض پڑھنے میں بھلا کتنی دیر لگتی تھی۔

ہارون نے شادی سے پہلے سوچا تھا کہ وہ بیوی کو اپنے رنگ میں ڈھال لے گا' لیکن اس کی پیاری سی بیوی نے پیار محبت سے اور اتنے غیر محسوس طریقے سے اسے اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا کہ اسے اپنی بدلتی شخصیت کا خود بھی ذرا دیر میں جا کر اندازہ ہوا' لیکن جب اندازہ ہوا تو وہ دل ہی دل میں اپنی بیوی کا مشکور بھی ہوا۔

دوسرے طرف پھوپھو کے گھر کے وہی حالات تھے۔ شائستہ بھابھی کے اندر تقویٰ سے زیادہ زعم تقویٰ تھا۔ وہ حقوق العباد سے پہلوتہی کرتے ہوئے حقوق اللہ پورے کرنے اور کروانے پر زور دیتی تھیں۔ اسی زور زبردستی کی وجہ سے مرتضیٰ بھائی ان کے ساتھ ساتھ دین سے بھی بے زار ہو گئے تھے۔

ہارون کو مرتضیٰ بھائی بہت پیارے تھے اور جن سے پیار ہو' انسان ان کو غلط سمت میں قدم اٹھاتا نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے زرخیز ذہن نے پھوپھو کے گھر کے حالات بہتر بنانے کے لیے ایک راہ ڈھونڈ ہی نکالی تھی۔

☆ ☆ ☆

"پانی پئیں شائستہ بھابھی! یوں رو رو کر خود کو ہلکان مت کریں۔" نور العین نے شائستہ بھابھی کے ہاتھ میں زبردستی پانی کا گلاس تھمایا تھا۔

"تم یہ بتاؤ ماموں انکل کب تک آئیں گے۔ خاندان میں وہی سب سے بڑے ہیں۔ مرتضیٰ ان کا بہت ادب کرتے ہیں۔ صرف وہی مرتضیٰ کو سمجھا سکتے ہیں۔ میں تو برباد ہو جاؤں گی نور العین ' میرے بچے ' ہائے کیا بنے گا ان کا۔" شائستہ بھابھی پھپھک کر رو پڑی تھیں۔

"ابا جان تو اپنے دوست کے ہاں گئے تھے۔ دیر سے ہی واپسی ہو گی۔ لیکن آپ فکر نہ کریں۔ وہ سمجھائیں گے مرتضیٰ بھائی کو۔ میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا کہ انہیں بیٹھے بٹھائے دوسری شادی کی کیا سوجھی۔" نور العین تاسف بھرے انداز میں بولی۔

"یہی تو بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ حالانکہ آج کل تو راہ راست پر آ رہے تھے۔ نماز روزہ کرنے لگ گئے تھے۔ مجھ سے لڑائی جھگڑا کرنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اب کہتے ہیں 'دونوں میں بھرپور انصاف کروں گا' تم فکر نہ کرو' تمہاری کوئی حق تلفی نہیں ہو گی' لیکن تم خود بتاؤ نور العین! کوئی عورت کسی دوسری عورت کا وجود برداشت کر سکتی ہے اپنے گھر میں۔" وہ روتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"مرتضیٰ بھائی شرعاً" کوئی غلط کام تو نہیں کر رہے بھابھی۔ پھر جب وہ کہہ رہے ہیں کہ بھرپور انصاف کریں گے تو آپ کیوں اتنا فکر مند ہو رہی ہیں۔ مذہب اجازت دیتا ہے انہیں دوسری شادی کی۔" کافی دیر سے خاموش بیٹھے ہارون نے لب کشائی کر کے گویا ان کے زخموں پر نمک چھڑکا۔

"پتا نہیں وہ دوسری ڈائن کیسی ہو گی۔ بتا بھی تو نہیں رہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے۔" شائستہ بھابھی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس ان دیکھی عورت کا منہ نوچ لیں۔

ہارون نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

"آپ بالکل بے فکر ہو کر گھر جائیں شائستہ بھابھی! میں اور ابا جان مرتضیٰ بھائی کو سمجھائیں گے۔ دوسری شادی کا بھوت ان کے سر سے اتار دیں گے۔ لیکن آپ وعدہ کریں کہ اب گھر میں بھرپور توجہ دیں گی۔ مرتضیٰ بھائی کا بھی خیال رکھیں گی۔ جب شوہر کو گھر میں بھرپور توجہ نہ ملے۔ تو ہی وہ باہر دلچسپیاں ڈھونڈنے لگتا ہے۔"

ہارون نے انہیں مدبرانہ انداز میں سمجھایا تھا۔ شائستہ بھابھی بس رونے میں مشغول رہیں۔

"آپ برا مت مانیے گا شائستہ بھابھی! مرتضیٰ بھائی

جو کر رہے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی ذمہ دار آپ ہی ہیں۔ آپ گھر گھر جا کر دین کی تعلیم دیتی رہیں، لیکن اپنے گھر اور گھر والے کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ نور العین بھی تو ہے۔ پڑوس میں ایک بار اس نے چھوٹا سا درس دیا۔ اب پوری کالونی میں جب بھی خواتین کی کوئی ایسی محفل منعقد ہوتی ہے تو نور العین کو لازمی مدعو کیا جاتا ہے۔ یہ میری اجازت سے ایسی محفلوں میں شرکت بھی کرتی ہے۔ لیکن ہماری ضروریات اور گھر کی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہوتی۔ اپنے سارے کام پھرتی سے نپٹا کر کھانا وغیرہ پکا کر پھر گھر سے نکلتی ہے اور جب میں دفتر سے گھر آجاؤں، پھر اس کا سارا وقت میرے لیے ہوتا ہے۔ یہ میرے لیے بناؤ سنگھار بھی کرتی ہے۔ تیار ہوتی ہے ہر وقت نماز کے اسٹائل میں دوپٹا اوڑھے سر جھاڑ منہ پہاڑ حلیے میں نہیں رہتی۔"

"اف اللہ۔۔۔ بس کریں ہارون! آپ نے میری شان میں قصیدہ ہی پڑھنا شروع کر دیا۔" نور العین نے سٹپٹاتے ہوئے ہارون کی بات کاٹی۔ ہارون نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اب شائستہ بھابھی کی طرف متوجہ تھا جن کے آنسو تھم چکے تھے اور وہ کسی سوچ میں غرق تھیں۔

"آپ بالکل بے فکر ہو کر گھر جائیں بھابھی! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مرتضیٰ بھائی کی زندگی میں آپ کے علاوہ کسی اور عورت کی گنجائش نہیں نکلے گی۔ آپ ان کے بچوں کی ماں ہیں۔ آپ ان سے اور وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں، لیکن اب اس محبت کو تجدید کی ضرورت ہے۔ مرتضیٰ بھائی کو اس محبت اور اپنی زندگی میں ان کی اہمیت کا یقین دلائیں، وہ پلٹ کر کسی کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔" ہارون پورے خلوص سے انہیں سمجھا رہا تھا۔ یقین دلا رہا تھا۔

شائستہ بھابھی نے آنسو پونچھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اپنے میاں کو پھر سے اپنا بنا لیں گی۔ ان کے چہرے کے تاثرات سے اس عزم کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ واپس اپنے گھر کو گئیں تو ہارون نے مرتضیٰ بھائی کا نمبر ملایا تھا۔

"سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے باس، لیکن اب آپ کو مزید پھیلنے کی ضرورت نہیں۔ شائستہ بھابھی کو اپنے غلط طرز عمل کا احساس ہو گیا ہے۔ اب پیار محبت سے یہ معاملہ منطقی انجام تک پہنچائیں۔"

وہ ہنستے ہوئے مرتضیٰ بھائی سے مخاطب تھا۔ انہوں نے جانے آگے سے کیا کہا کہ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ نور العین اسے مشکوک نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ جب اس نے کال ڈسکنکٹ کی تھی تو کچھ کچھ معاملہ نور العین کی سمجھ میں آگیا تھا۔

"ہارون!" اس نے خفگی سے میاں کو پکارا۔

"جی جان ہارون۔"

"مجھے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کے ذہن کی کارستانی تو نہیں؟" وہ ناراض ہوتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"جان من، دال میں کالا، پیلا کچھ نہیں تھا بس دال کو تڑکے کی ضرورت تھی۔ وہ میں نے لگا دیا۔ اب امید ہے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" ہارون ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"آپ بہت خراب ہیں۔" وہ بس کہہ پائی۔

"اب تو جیسا بھی ہوں ڈارلنگ! تمہارا ہی ہوں، لیکن مجھے یہ بھی پتا ہے کہ خراب ہونے لگا تو سدھار لوگی۔ بگڑنے لگا تو سنوار لو گی۔ بکھرنے لگا تو سمیٹ لوگی۔" اس نے نور العین کا ہاتھ پکڑ کر قریب کھینچا تھا۔

"آپ رومانٹک ہونے لگتے ہیں تو آپ کو شاعری سوجھنے لگتی ہے۔ لیکن مجھے ابھی کچن میں بہت کام ہے۔ قصیدہ مکمل کر کے رکھیں۔ وعدہ رات کو پورا سنوں گی۔" نور العین ہنس کر اس کے بال بکھیرتی کچن میں چلی گئی۔

ہارون مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اگر جنت سے آدم کو نکلنے کا سبب عورت بنی تھی تو اس دنیا میں آدم کے گھر کو جنت بنانے والی بھی عورت ہی ہے۔

اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر طمانیت سے آنکھیں موند لیں۔

☆